تمہاری مسجدیں تڑپ رہی ہیں

اگرتم کوآنکھیں دی گئی تھیں تواسی لیے تاکہ تم اس کو دیکھو، اگرتم کودل دیا گیا تھا تواسی لیے تاکہ صرف اسی کو پیار کرو۔ اگرتم کوآنسو دیئے گئے تھے تواسی لیے تاکہ صرف اسی کی یاد میں بہاؤ اوراگرتمہاری پیشانی بلند کی گئی تھی تواسی لیے تاکہ اسی کے آگے جھکاؤ۔ پرآہ، تمہاری زبانیں اس کی حمد کے زمزموں سے محروم ہوگئیں، تمہارے دل اس کی محبت کے نہ ہونے سے اجڑ گئے، تمہاری روحوں میں اس کی چاہت کی جگہ غیروں کی چاہتیں بھرگئیں۔ تمہارے قدم اس کی طرف بڑھنے سے بوجھل ہوگئے اورتمہاری آنکھوں میں اس کے عشق کے دردوغم کے لیے ایک قطرۂ اشک بھی نہ رہا۔ تمہاری مسجدیں تڑپ رہی ہیں کہ راستبازوں کی تڑپتی ہوئی اورمضطرب نمازیں ان کونصیب ہوں۔ مگرحیوانوں اور چارپایوں کے کھڑے رہنے اوراوندھے ہوجانے کے سواوہاں کچھ نہیں ہوتا حالانکہ تمہارا خداتمہارے کھڑے رہنے اوراوندھے گرپڑنے کا بھوکا نہیں اوراگرپاؤں پرکھڑا رہنا ہی عبادت ہوتا ہے توجنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رہ سکتے۔ بہت ہوچکا۔ اب بھی چھوڑ دو، آہ، بہت سوچکے اب بھی چونک اٹھو۔ بہت گم ہوچکے اب بھی اپنے آپ کو پالو۔ خدانے تم کووہ مہلت دی ہے جس سے بڑھ کرآج تک زمین کی کسی مخلوق کوبھی مہلت نہ دی گئی۔ پھرایسا نہ ہوکروہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اورتمہاری جگہ کسی اورکواپنی چاہتوں کی شہنشاہی اوراپنی محبت کا تاج وتخت دے دے جیسا کہ اسی نے ہمیشہ کیا ہے۔

اگرتم کواپنا مال ومتاع خداسے زیادہ محبوب ہے کہ اسے نہ دوگے اوراپنی جانوں کواس کی محبت سے زیادہ پیارا سمجھتے ہوکہ اس کے لیے دکھ میں نہ ڈالو گے، اوراگرتمہارے دلوں کی آہیں، تمہارے جگرکی ٹیسیں، اورتمہاری آنکھوں کے آنسو، اب اس کے لیے نہیں رہے بلکہ دوسروں کا مال ہوگئے ہیں، تویقین کروکہ وہ بھی تمہارا محتاج نہیں ہے۔ اوراس کی کائنات انسانوں سے بھری پڑی ہے۔ وہ اگرچاہے گا تواپنے کلمہ حق کی خدمت کے لیے درختوں کوچلادے گا، پہاڑوں کومتحرک کردے گا۔ کنکروں اورخاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں اٹھنے لگیں گی۔ پروہ فاسق اورنافرمان انسانوں سے کبھی بھی کام نہ لے گا اوراپنے کلام پاک کی عزت کوناپاکیوں کی گندگی سے کبھی بھی آلودہ نہ ہونے دے گا۔ اورپھرتم مانویا نہ مانومگرمیں نے سچ مچ دیکھا کہ جب تمہارے اندر سے اس کی پکارکا جواب نہ ملاتووہ دوسروں کوپیاراورمحبت کے ہاتھوں سے اشارہ کررہا ہے۔ (طنزیات آزاد، ابوالکلام آزاد، ص ۱۰۷-۱۰۹)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

قربانی کب؟

عن البراء رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال ان اول ما نبدأ من یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ھذا فقد اصاب سنتنا ومن نحر فانما ھو لحم یقدمہ لاھلہ لیس من النسک فی شئی فقال ابوبردۃ یا رسول اللہ ذبحت قبل ان اصلی وعندی جذعۃ خیر من مسنۃ فقال: اجعلھا مکانھا ولم تجزی او تو فی عن احد بعدک (بخاری مع الفتح جلد ۱۰ ص ۲۲۰ باب الذبح قبل الصلوۃ)

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو عید (عیدالاضحیٰ) کا خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا آج کے دن کی ابتداء ہم نماز سے کریں گے پھر واپس آکر قربانی کریں گے جو شخص اس طرح کرے گا تو وہ ہماری سنت کو پالے گا لیکن جس نے نماز سے پہلے اپنی قربانی کرلی وہ ایسا گوشت ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے کھانے کے لئے پہلے ہی تیار کرلیا۔ وہ قربانی کسی درجہ میں بھی نہیں ہے۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہے البتہ میرے پاس ایک سال سے کم عمر کا ایک بکری کا بچہ ہے اور دانتی ہوئی پٹھیا سے بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اسی کی قربانی اس کے بدلے میں کرو لیکن تمہارے بعد یہ کسی کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں ہے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جس نے نماز سے قبل قربانی کرلی ہو وہ دوبارہ قربانی کرے اس پر ایک صحابی اٹھے اور عرض کیا اس دن لوگوں کو گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے انہوں نے اپنے پڑوسیوں کی محتاجی کا ذکر کیا تو ایسے لگا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا عذر قبول کرلیا ہو مزید انہوں نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کا ایک بچہ ہے جو دو بکریوں سے بھی اچھا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے انھیں اس کی قربانی کی اجازت دے دی لیکن مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کو بھی تھی یا نہیں۔ حضرت سفیان بجلیؓ فرماتے ہیں کہ میں قربانی کے دن اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ فرما رہے تھے کہ جس نے بھی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہو وہ اس کی جگہ پر دوبارہ کرے اور جس نے قربانی ابھی نہ کی ہو وہ اپنی قربانی کرے۔

ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ قربانی کے سلسلے میں اللہ کے پیارے رسول کی سنت کیا تھی اور ان احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نماز عیدالاضحیٰ کے بعد ہی قربانی کا جانور ذبح کرنا سنت ہے اور نبی کریم کا طریقہ ہے اور آپ کا اسوہ اور عمل ہے اور مسلمانوں کی سنت کو پالینا ہے کیونکہ بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز عید سے قبل قربانی کرلی ہے تو پھر وہ اپنے کھانے کے لئے جانور ذبح کرتا ہے اور اگر وہ عید کی نماز کے بعد قربانی کرے تو اس کی قربانی پوری ہوتی ہے اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پالیتا ہے۔ قربانی وہی مقبول ہے جو نمازِ عید قرباں کے بعد کی جائے اور جو کچھ اس سے پہلے قربانی کی جائے وہ خلاف سنت رسول ﷺ ہے اور مسلمانوں کے طریقہ سے ہٹ کر ہے اور ایسے شخص پر لازم ہے کہ ایک دانتے ہوئے جانور کی قربانی اس کی جگہ پر ضرور کرے۔ اس حدیث پاک میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ جل شانہ پر ایمان لانے والا اور اللہ تعالی کے بنائے ہوئے کعبہ کو جو اپنا قبلہ ٹھہراتا ہے اور وہ اس میں صادق ہے تو وہ کسی بھی طور پر نماز سے پہلے قربانی نہ کرے حتی کہ غریب اور محتاج پڑوسیوں کی شدید حاجت مجبوری اور ضرورت کے باوجود ہرگز ہرگز نماز سے پہلے قربانی نہ کرے ورنہ یہ قربانی رائیگاں جائے گی ہی قبلہ سے روگردانی بھی لازم آئے گی اور سنت مصطفیٰ کی مخالفت جو بہت بڑی معصیت ہے لازم آئے گی اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء:۱۱۵) ترجمہ: جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد (رسول ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا، اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

نماز سے پہلے قربانی کرنے کا مرتکب شخص اپنی نیک نیتی، جذبۂ ہمدردی، پڑوسی کی بہی خواہی اور ضرورت مندوں، بھوکوں اور گوشت کے شدید خواہش مندوں کی دلجوئی کرنے کے باوجود سنت رسول سے بغاوت، قبلہ سے انحراف اور سبیل المسلمین، سنۃ المومنین اور سوادِ اعظم کے راستے سے الگ ہونے کی وعید شدید میں شامل ہے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے اور بسا اوقات قربانی کے جانور کو ضائع کرنے والوں کی وعید میں شریک ہے۔ تعجب ہے کہ ان تمام تر نبوی فرمودات، صحابۂ کرام کی روایات اور ان کے طور طریقوں سے ہٹ کر دیہات اور شہر، جنگل اور بیابان کی خود ساختہ تفریق کر کے بعضے نمازِ عید قرباں سے پہلے قربانی کے جواز کا حیلہ تراشتے ہیں اور یوں ایک عظیم سنت اور شعیرۂ اسلام سے لوگوں کو محروم کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور مسلمانوں کی قربانیوں کو ضائع کراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کی طرح سنت نبوی پر قائم ودائم رکھے۔ آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد ☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
عیدالاضحیٰ - کتاب وسنت کی روشنی میں	۶
قربانی اور مجاہدۂ نفس کی پکار	۱۰
تزکیۂ نفس اور اس کے ثمرات	۱۱
جنت کی کنجیاں	۱۴
وہ مسائل جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں	۲۳
ایفائے عہد - مؤمن کا شعار	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۱
جماعتی خبریں	۳۰

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

مال ودولت امانت ہے

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے **فاقد الشئی لا یعطی** جس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں وہ کسی کو کچھ کیسے دے سکتا ہے۔ کسی کو عطا وہی کرسکتا ہے جس کے پاس وہ چیز ہو، وہ مالک بھی ہو، متصرف بھی ہو، داتا بھی ہو اور دینے اور عطا کردینے سے اس کو کسی طرح کا اندیشہ وخوف، امید ورجا، توقع وحرص، ہوس اور کسی چیز کی خواہش نہ ہو، بلکہ تن تنہا وہ ایسی ذات ہو جس کا کوئی ہمسر ومماثل نہ ہو اور وہ بے نیاز ہو تو پھر وہی حقیقی داتا، مولیٰ اور آقا اور مالک مانا جائے گا بقیہ جتنے بھی مالک ومولیٰ بنائے گئے ہیں وہ کسی بھی طور پر اس کے اہل وحقدار نہیں ہیں، عارضی طور پر وہ مشروط اور ضوابط واحکام کے تحت دینے والے کی مرضی وحکم کے تابع ہیں اور وہ اپنی منمانی اور مرضی چلانے کے حقدار وسزاوار نہیں ہوسکتے۔

قرآن کریم کی پہلی ہی سورہ میں اللہ جل شانہ کے صفاتی ناموں میں سے ایک اہم صفت مالک بتایا گیا ہے اور مالک اسے کہتے جو اپنی ملکیت کے سلسلہ میں خودمختار ہو۔ **المالک هو المتصرف فی الاعیان کیف شاء۔** مالک وہ ہے جو اپنی ملکیت کی چیزوں میں جیسے چاہے تصرف کرے۔ ظاہر بات ہے کہ ہم میں سے کسی بھی انسان کو مال واولاد حتی کہ اپنے جسم وجان میں بھی ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔ گرچہ عام رواج یا بول چال میں ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہم اپنے جسم اور مال واولاد کے مالک ہیں، غیروں کے نہیں۔ ہم اپنی جان میں بیجا تصرف کرتے ہوئے اسے تلف اور خودکشی نہیں کرسکتے۔ آنکھ ہے مگر غلط جگہ نگاہ نہیں اٹھاسکتے، ہاتھ ہے مگر غلط جگہ نہیں پھیلا سکتے اور نہ دست درازی کرسکتے ہیں۔ اولاد ہے مگر اسے غلط کاموں میں نہیں لگاسکتے اور نہ ہی ان کے جسم وجان میں ادنیٰ تصرف مثلا مار پیٹ اور ظلم وزیادتی کرسکتے ہیں اور نہ کسی طرح کے بھی خوف واندیشہ یا لالچ میں آکر فروخت یا تلف کرسکتے ہیں یہی حال مال کا بھی ہے۔ وہ ہمارے پاس امانت بھی ہے اور اس کی حفاظت اور مطلوبہ کاموں میں صرف کرنے اور پہنچانے کے سلسلے میں سخت احتیاط برتنے اور کرنے کی ہماری کڑی ڈیوٹی بھی ہے۔ اس سے کسی طرح کی لاپرواہی یا بیجا تصرف ہمیں مالک کے بجائے مجرم بنادے گا۔ آپ کے پاس رکھے ہوئے مال میں ایک دوسرا شخص بلا اجازت سرًا یا جہرًا تصرف کرتا ہے تو چور، ڈاکو، قاتل،

غاصب اور ظالم ٹھہرتا ہے، حالانکہ ہوسکتا ہے کہ وہ واقعتاً اس مال کا محتاج ہو۔ اگر آپ جو صاحب مال ہیں اس کو لوگوں کی جان لینے، عزت لوٹنے اور عقل وخرد کو زائل کردینے والی چیزوں میں استعمال کریں، بیجا خرچ کریں، اسراف وتبذیر سے کام لیں، معصیت کے کاموں میں استعمال کریں اور اللہ جو اصل مالک ہے اور جس نے یہ دولت آپ کو عطا کی ہے اور امانت آپ کو سونپ دی ہے اس کو دن دھاڑے یعنی علی الاعلان اور رات کے اندھیرے میں یعنی چپکے سے اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں استعمال کرتے پھریں تو بھلا آپ میں اور ان چوروں اور ڈکیتوں میں جو جرم اور معاصی پر جرأت اور بیجا تصرف کرتے ہیں کیا فرق ہے؟ جبکہ اس کو سینت سینت کے رکھنا اور ذخیرہ اندوزی کرنا بھی ایک طرح کا جرم تھا۔ آپ حد سے آگے بڑھ کر اس میں غلط تصرف کررہے ہیں اور معصیت الٰہی، مخلوق کی تباہی وبربادی اور استحصال عزت وآبرو اور مال وجان کررہے ہیں یہ جرم بہرحال ان چوروں اور ڈکیتوں سے بڑا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ چور خوف یا شرمندگی سے لوگوں کی نظروں سے بچ کر اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے پھر ڈرتا ہے اور اس کے دل میں ایک کھٹکا اور دوسرا خوف جاگزیں ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کسک اور احساس جرم کے پاداش میں نفس لوامہ کی ملامت پر تائب ہوکر بہت بہتر انسان بن جاتا ہے اور لوگوں کے مال وجان کی حفاظت اپنا فرض سمجھتا ہے۔ چور اپنے آپ کو سوسائٹی کا ایک حقیر وذلیل انسان سمجھتا ہے اور ہم اپنے تمام تر بے جا تصرفات پر ندامت، سریت اور چھپا کر کرنے کے بجائے بصد فخر وغرور دن کے اجالے میں کرتے ہیں۔ اور اکڑتے ہیں کہ ہم نے یہ فضول خرچیاں کرلیں، VIP بن گئے، گردن ندامت سے جھکنے کے بجائے گھمنڈ اور فخر ومباہات اور بلند کرنے لگتے ہیں یعنی ایک معصیت بے شمار خطرناک وبدترین گناہوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے اور توبہ وانابت اور ندامت عنداللہ اور حیاء عندالناس کوسوں دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اموال جو ہمارے ہاتھوں میں بطور امانت یا عاریۃ ودیعت رکھی گئی ہے۔ بسا اوقات عاریت وودیعت میں تصرف بیجا خیانت اور سرقہ سے بدتر چیز ہوتی ہے۔

وما اموالنا الا عواری
سیاخذھا المعیر من المعار

''ہمارے اموال منگنی اور عاریت کی چیز ہے ودیعت رکھنے والا اپنی امانت عنقریب لے لے گا''۔ مال ودولت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی آزمائش کا ذریعہ بھی ہے۔ یہ انسان کی عقل وخرد اور دانائی پر ہے کہ وہ نعمت سے بہرہ ور ہونے کے باوجود آزمائش کی کسوٹی پر کھرا اترے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ بنایا تھا وہ ذمہ دار معاشرہ تھا اور اس کے ہر طرح کے تصرفات خواہ مال ودولت میں ہی کیوں نہ ہو ذمہ دارانہ ہوتے تھے۔ وہ خود کو مال ودولت کے حقیقی مالک نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی منمانی طور پر اسے خرچ کرتے تھے بلکہ شریعت نے خرچ کرنے کا جو ضابطہ متعین کیا تھا اسی کے مطابق مال ودولت صرف کرتے تھے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان وایقان تھا کہ یہ مال ودولت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو اسے بطور ودیعت اس کو عطا کردیا گیا ہے۔ متصرف مطلق ہونے کا ان کے یہاں تصور ہی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر عام انسانی نفسیات سے متاثر ہوکر کسی کو دینے یا نہ دینے کے سلسلے میں کوئی فیصلہ لے لیتے تھے تو اس فیصلہ پر قائم رہنے کا ان کو کوئی یارا نہیں رہتا تھا۔

واقعہ افک کے موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عام انسانی نفسیات سے وقتی طور پر مغلوب ہوکر مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی کفالت روک دینے کا فیصلہ کرلیا تھا کیوں کہ ان کی جگر گوشہ پر تہمت لگانے والوں کی سازشوں کا شکار وہ بھی ہوگئے تھے لیکن جیسے ہی یہ آیت نازل ہوئی کہ ''وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ''۔ (النور:۲۲) ''تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انھیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو راہ اللہ دینے سے قسم نہ کھالینی چاہیے، بلکہ معاف کردینا اور درگذر کردینا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟ اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے۔'' تو ان کو مال کی تصرف کے سلسلے میں اپنی بھول کا احساس ہوگیا اور پھر جناب مسطح رضی اللہ عنہ کی کفالت بدستور جاری رکھی۔

مال ودولت کی حفاظت صاحب مال کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ یونہی ضائع نہ ہوجائے اور آخری وقت تک اس کی حفاظت کی کوشش کرتا رہے۔ الا یہ کہ اسے معلوم ہوجائے کہ جس مال کی حفاظت وصیانت کے لیے وہ کوشش کررہا ہے وہ دراصل اس کا ہے ہی نہیں تو پھر اس سے دست بردار ہوجانے میں ہی بھلائی ہے۔ دو صحابی کسی سامان کے سلسلے میں خدمت رسالت میں حاضر ہوتے ہیں دونوں کا دعویٰ ہے کہ وہ سامان اسی کا ہے۔ لیکن دعویٰ بلا دلیل کے ہے کسی کے پاس اس سامان کی ملکیت کا ثبوت نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں میں سے کسی کے حق میں فیصلہ کرنے سے پہلے دونوں سے مخاطب ہوتے ہیں ''من قضيت له شئی من حق أخيه فانما اقطع له قطعة من النار'' (ابوداؤد) ''اگر میں کسی کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے (لاعلمی میں) کچھ دینے کا فیصلہ کردوں تو یقین مانو میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔'' اتنا سننا تھا کہ دونوں رو پڑے اور بیک آواز کہا کہ یا رسول اللہ یہ سامان میرا نہیں بلکہ میرے مقابل ساتھی کا ہے۔

لیکن اگر یہی مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی بات ہو تو اس میں بندے کو اختیار ہے کہ وہ آل واولاد کی پرواہ کئے بغیر جتنا چاہے خرچ کردے۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنا باغ جس پر ان کی آل واولاد کی معیشت کا انحصار تھا جنت کے بدلے اللہ کی راہ میں دے دیا۔

لیکن اگر یہی مال ودولت اسراف وتبذیر (جس کی تفصیلات سے سب واقف ہیں) میں خرچ کیا جائے تو یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ ''وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ، وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا'' (الاسراء: ۲۶-۲۷) ''اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔ بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

مختصر یہ ہے کہ مال ودولت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اللہ رب العالمین کی مرضی کے مطابق اسے خرچ کرنا چاہئے۔ اور اس میں کسی طرح کے افراط و تفریط اور اسراف وتبذیر سے کام نہیں لینا چاہئے۔ ''وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا. اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ، اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا. وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ، نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ، اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا'' (الاسراء: ۲۹-۳۱) ''اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جا۔ یقیناً تیرا رب جس کے لیے چاہے روزی کو شادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔ اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔''

میانہ روی کے ساتھ مال ودولت میں تصرف محمود ومطلوب ہے اور اس سے انسانی دنیا کے بڑے بڑے سماجی ومعاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

غرضیکہ ایک بات تو یہ ہوئی کہ کسی چیز کا کوئی مالک ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس میں اس کے برتنے اور اس میں تصرف کرنے کے شرائط وضوابط اور تقاضے کیا ہیں؟ تو اولا جاننا چاہئے کہ انسان کے پاس کچھ بھی نہیں جب اللہ تعالیٰ چاہیں جسے دے دیں اور جب چاہیں لے لیں ہر حال میں مال وجان اسی کا ہے۔ لله ما اعطىٰ ولله ما اخذ'' اور ''وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ'' (الذاریات: ۱۹)۔ ''اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔'' اور ہمارے حصے اور حق میں یہ ہے کہ ہم ہر رنگ میں راضی برضا ہوں اور یہی ہمارا راس المال ہے یا جو کچھ ہے یہی ہے اور اگر حاصل ہے تو ہر چیز حاصل ومطلوب ہے اور یہی مطلب ہے ولا نقول الا ما يرضى ربنا ۔ جب دے کر لے لینے کے وقت یہ تعلیم ہے تو پھر جس وقت یہ نعمت یا دولت ملی ہے اس وقت اس کی رضا مندی کا کس قدر خیال و پاس اور لاج ولحاظ ہونا چاہئے اس کو حیطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس کے بعض ہیئات اور ظواہر کو دل کی گہرائیوں سے اپنانا چاہئے اور سر تسلیم ورضا جھکاتے ہوئے حمد وشکر بجا لانا چاہئے کہ یہی مطلوب ومرغوب دین الٰہی ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، ہر حال وہر رنگ میں ظاہر و باہر ہوتے رہنا چاہئے، ''وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ'' (التکویر: ۲۹) ''اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔'' ہماری ساری خواہشیں اور کاوشیں ہزار زور ماریں اور محنت صرف کریں جب تک اللہ تعالیٰ اسے نہ چاہ لیں وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے حقیقی اول وآخر، آقا وہی ہے۔ وہابیت اسی کی صفت اور داد ودہش ہے۔ اسی کی طرف لو لگانا چاہئے اور اسے ہی قاضی الحاجات جاننا چاہئے کہ اسباب کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ان اسباب کا بھی مہیا کرنے والا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ لہذا ہر حال میں وہی پرسان حال، غریب نواز، بندہ نواز بھی ہے اور لائق نذر ونیاز بھی اور اسی کی سرکار خدمت کے لائق ہے جس کو اس کی سرکار میں نوکری لگ گئی اس کی قسمت چمک گئی۔ اب جتنی سرکاریں ہیں وہ آپ کی ہو گئیں۔ معلوم ہوا کہ ہماری جان اور مال اور آل واولاد اور مرنا اور جینا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کا حقیقی مالک اور اس میں متصرف ہے۔ اور ہمیں جو کچھ اپنے ہاتھ اور قبضے میں نظر آتا ہے وہ درحقیقت اسی مالک ومولیٰ کا ہے۔ ہم محکوم ومامور ہیں اور وہ مالک مختار ہے۔

☆☆

عیدالاضحیٰ - کتاب وسنت کی روشنی میں

عبدالمبین اثری

برادران اسلام! عید قرباں کی آمد آمد ہے۔ یعنی ہم ایک بار پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی سنت کو دہرانے والے ہیں۔ کتنی سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بار اور عید کی خوشیاں سمیٹنے اور اس کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ فالحمدللہ علی ذلک اس عارضی زندگی کا کیا بھروسہ ؟ کون جانتا ہے کہ ہم میں کا کون آدمی آئندہ سال ان برکات اور مسرتوں کو حاصل کرنے کا موقعہ پاتا ہے اور کون نہیں پاتا؟ اس لئے آیئے ہم اس سنت کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق اس کی ادائیگی کریں۔

عید قرباں کی حقیقت: جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو اہل مدینہ دو دن خوشی ومسرت کا طے کر رکھے تھے۔ نبی ﷺ نے ان دونوں تہواروں کو ختم کر دیا اور اس کے بدلے عید الفطر اور عید قرباں، دو خوشی اور عبادت کے ایام مقرر فرما دیئے۔ (نسائی، مسند احمد) عیدالاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ رکھنے اور کھانے پینے کا دن ہے۔

قربانی کی حقیقت: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ کو قربانی کے جانور کا گوشت یا خون بالکل نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ سورہ الحج ۲۷ پھر سورہ الکوثر میں فرمایا ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی دم بریدہ (کٹی ہوئی نسل والا) ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اس قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اس میں ہمارے لئے کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ”ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔ (ابن ماجہ، مسند احمد) معلوم ہوا کہ قربانی سے اللہ تعالیٰ کو قربانی کرنے والے کا تقویٰ اور نیت کا خلوص مطلوب ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جس جذبہ لگن اور حوصلہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی وہ جذبہ اور حوصلہ درکار ہے۔ یعنی اللہ کی رضا کے لئے جان مال حتی کہ اولاد جیسی محبوب ترین چیز تک کو قربان کرنے کا وعدہ قربانی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

ذی الحجہ کی فضیلت: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: شهرا عيد لا تنقصان رمضان وذو الحجة (ابن ماجه، صحيح مسلم) عید کے دو مہینے ہیں جن کا اجر وثواب کم نہیں ہوتا۔ یہ مہینہ رمضان اور ذی الحجہ ہیں۔ ایک مہینہ نزول قرآن مجید اور لیلۃ القدر جیسی بابرکت رات والا ہے تو دوسرا حج اور قربانی جیسی عظیم عبادت والا مہینہ ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت: عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان ایام (عشرہ ذی الحجہ) میں اللہ کو نیک اعمال جس قدر پسند ہیں اتنا کسی مہینے میں نہیں ہیں لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ البتہ جو شخص مال اور جان لے کر نکلا لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز واپس نہ لا سکا بلکہ راہ خدا میں شہید ہو گیا تو ایسے مجاہد کا عمل سب سے افضل ہے۔ (ابن ماجہ)

یوم عرفہ کی فضیلت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا یوم عرفہ سے بڑھ کر کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ کر فرشتوں پر فخر جتاتا ہے اور فرشتوں سے پوچھتا ہے یہ لوگ (عرفہ میں جمع ہونے والے) کیا چاہتے ہیں؟ (مسلم) یوم عرفہ نویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔

قربانی کی فضیلت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیدالاضحیٰ (یوم النحر) کے دن بنی آدم جو بھی کام کرتا ہے اس میں سے عزوجل کو قربانی جتنا پسند ہے، اتنا دوسرا کوئی بھی کام پسند نہیں ہے۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئے گا، قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا مقام ومرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے اس کے ذریعہ اپنے آپ کو پاک کیا کرو۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

(۲) جو رقم قربانی کا جانور خریدنے میں صرف ہوتی ہے، وہ رقم اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (طبرانی)

(۳) جس نے خوشی اور اخلاص کے ساتھ قربانی کی تو اس کی قرانی اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائے گی۔ (طبرانی)

(۴) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی قربانی کے جانور کو خوب فربہ اور بڑا کرو، کیوں کہ پل صراط پر تمہاری سواری ہوگی۔ (تلخیص الحبیر)

(۵) نبی ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا بیٹی! تم ذبح کرتے وقت اپنی قربانی کے جانور کے پاس کھڑی رہو، کیونکہ جانور کے خون کا قطرہ گرنے

سے پہلے تمہارے سب گناہ معاف ہوجائیں گے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ فضل صرف ہمارے لئے (اہل بیت کے لئے) ہے یا سارے مسلمانوں کے لئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمارے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے ہے۔ (بزار، ترغیب)

قربانی سنت مؤکدہ ہے: (۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس کی قربانی پوری ہوگئی اور وہ مسلمانوں کے طریقے، سنت المسلمین کو پا گیا (بخاری)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ (بخاری)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایاھی سنۃ ومعروف یہ سنت ہے اور نیکی کا کام ہے۔ (بخاری) مؤطا امام مالک، ابن ماجہ، مسند احمد، ترمذی۔

قربانی ضرور کرنی چاہیے: (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے اندر (قربانی کرنے کی) وسعت اور طاقت ہو لیکن اس کے باوجود اس نے قربانی نہ کی تو وہ ہرگز ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (ابن ماجہ)

(۲) مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ عرفہ میں نبی ﷺ کے پاس کھڑے تھے آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک ہر گھر والے پر ہر سال قربانی واجب ہے۔ (ابوداؤد ج ۲، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی)

(۳) نبی ﷺ دس سال تک مدینہ میں رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی، زادالمعاد)

معلوم ہوا کہ قربانی ضرور کرنی چاہیے۔ چاہے ایک جانور کی قربانی کرنے کی سکت نہ ہو تو بڑے جانور یا اونٹ کا ساتواں حصہ ہی کیوں نہ ہو کرے۔ صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا صرف مسنہ (جو دو دانت والا ہو) کی قربانی کیا کرو۔ البتہ اگر تم کو تنگی لاحق ہو تو دنبہ کا ایک جذعہ (ایک سال کا) کر سکتے ہو۔ (مسلم، ابن ماجہ)

جانور صحیح سالم ہونا چاہیے: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم قربانی کا جانور خریدیں تو اس کی آنکھ اور کان کو جھانک کر اچھی طرح دیکھ لیں۔ (کہ کوئی عیب تو نہیں) ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد، ترمذی ج ا ص ۱۸۱۔

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کن جانوروں کی قربانی سے بچنا چاہیے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

(الف) ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔ (ب) اور ایسا کانا جس کا کانا پن واضح ہو (ج) اور ایسا مریض جس کا مرض واضح ہو۔ (د) اور ایسا دبلا پتلا جس میں گودا ہی نہ ہو۔ (مؤطا امام مالک، نسائی، ج ۲، ابن ماجہ، ترمذی ج ۱)

اگر بعد میں عیب دار ہوجائے تو کوئی حرج نہیں: محمد بن قرضہ الانصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ ہم نے ایک مینڈھا قربانی کے لئے خریدا، بھیڑیا نے اس کے کان اور چکتیوں (ران) کو نقصان پہنچا دیا۔ ہم نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ہمیں اس کی قربانی کا حکم دیا۔ (ابن ماجہ)

اونٹ اور بڑے جانور میں شرکت کا جواز: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگ اونٹ اور بڑے جانور میں سات سات آدمی شریک ہوں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی نبی ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا تھا (مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک اونٹ میں دس آدمی کی شرکت بھی ثابت ہے۔ (ابوداؤد) معلوم ہوا کہ جو آدمی کم سے کم ایک حصہ بھی لے سکتا ہو۔

ایک قربانی پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے: عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ عہد رسالت میں آپ لوگوں میں قربانی کا کیا رواج تھا؟ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کی جانب سے ایک بکری ذبح کیا کرتا تھا جسے وہ لوگ مل جل کر کھاتے اور کھلاتے تھے لوگوں نے بعد میں اس کو فخر ومباہات کا ذریعہ بنالیا، اب اس کی یہ حالت ہوگئی کہ جو تم دیکھتے ہو۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

قربانی کرنے والا ناخن اور بال نہ کٹوائے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور وہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بال یا ناخن میں سے قربانی کرنے تک کچھ بھی نہ ترشوائے۔ (نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مسلم)

جو شخص قربانی کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو وہ بھی: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے عیدالاضحی کے دن عید منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عید اس امت کے لئے بنائی ہے۔ ایک آدمی نے سوال کیا یا رسول اللہ! میرے پاس تو صرف ایک دودھاری بکری ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا اسی کو میں قربان کردوں؟ آپ

نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ تم عید کے دن اپنے بال بنوالوگے اپنے ناخن تراش لوگے، اپنی مونچھیں کتروالوگے اور اپنا موئے زیر ناف بنالوگے۔ یہی اللہ کے نزدیک تمہاری قربانی کی تکمیل اور ادائیگی کے لئے کافی ہوگا۔'' (نسائی)

قربانی عیدالاضحی کے نماز کے بعد ھی ھوگی:

(۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے نبی ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے آج عید کے دن سب سے پہلا کام جو ہم کرتے ہیں وہ نماز ہے۔ پھر ہم عیدگاہ سے لوٹ کر جاتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں جس نے ایسا کرلیا اس نے ہماری سنت پالی اور جس نے نماز سے قبل ہی قربانی کرلی وہ (عام) گوشت (کی طرح) ہے جسے وہ اپنے اہل وعیال کو پیش کردے گا۔ قربانی کا کوئی بھی حصہ وہ نہیں ہے۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو نماز سے قبل ہی ذبح کرڈالی ہے، اب میرے پاس ایک جذعہ ہے جو مسنہ سے بھی عمدہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اس کی جگہ اس (جذعہ) کو قربان کردو، لیکن آئندہ سے یہ (جذعہ کسی) کی جانب سے بھی کافی نہ ہوگا۔'' (بخاری، ترمذی، مسلم)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ اور جندب رضی اللہ عنہ بن سفیان بجلی سے بھی اس مفہوم کی حدیث وارد ہوئی ہے نبی ﷺ نے اسی طرح عویمر بن اشقر رضی اللہ عنہ کو بھی دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مؤطا امام مالک، مسلم، ابن ماجہ)

اپنے ھاتھ سے قربانی کرنا افضل ھے: انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھے کی قربانی کی۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ اس کے پہلو پر اپنا قدم رکھے ہوئے تھے آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھی اور اپنے ہاتھوں سے ان دونوں کو ذبح کیا۔ (بخاری، نسائی، ابن ماجہ) اگر اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح نہ کرے تو وہاں پر موجود رہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ کو حکم دیا تھا۔ (بزار، ترغیب)

دوسرے کی قربانی کا جانور بھی ذبح کرسکتے ھیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کے بعض جانوروں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا اور بعض کو دوسروں نے کیا۔ (نسائی)

ذبح کا مسنون طریقه: حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن دو مینڈھا ذبح کیا۔ آپ نے جس وقت ان دونوں کو قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریك له وبذالك امرت وانا اول المسلمین اللهم منك ولك عن محمد وأمته (ابوداؤد، احمد، ابن ماجه، دارمی) پھر بسم الله والله اکبر کهه کر ذبح کردیا۔ (ابن ماجه، ابوداؤد)

ترجمہ: میں نے اپنا رخ یکسو ہوکر اس ذات کی طرف کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، اور میرا مرنا (سب کچھ) صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، اے اللہ یہ تیری ہی چیز تیرے ہی لئے ہے، محمد اور اس کی امت کی طرف سے قبول فرما۔ جو آدمی اپنی جانب سے قربانی کرے وہ عن محمد کی جگہ پر عنی کہے اور دوسرے کی جانب سے کر رہا ہو تو عن کے بعد اس کا نام لے۔

جانور کو اچھی طرح ذبح کرنا چاھیے: شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو باتیں اچھی طرح یاد کرلی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ اس لئے جب تم لوگ کسی جانور کو قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرڈالو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرڈالو۔ تمہیں اپنی چھری ضرور تیز کرلینی چاہیے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچانا چاہیے۔ (نسائی، ابوداؤد)

قربانی کے جانور کا گوشت کھانا صدقه کرنا اور دوستوں کو کھلانا چاھیے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا، لیکن اب تم جب تک مناسب سمجھو رکھو اور کھاؤ (مسلم، بخاری، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، ترمذی)

چمڑا خیرات کر دینا چاھیے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ قربانی کا گوشت چمڑا اور جھول، مساکین کو صدقہ کردیں۔ (مسلم، نسائی،) جو ادارے مساکین کی کفالت کے ذمہ دار ہوں ان کو دیا جاسکتا ہے۔

تکبیرات عیدین: الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد یہ تکبیر یوم عرفہ کی صبح (نماز فجر) سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک نمازوں کے بعد اور عام طور پر عیدگاہ جاتے اور آتے وقت زیادہ سے زیادہ کہنا چاہیے۔ (شرح مسلم نووی)

عیدالاضحی کی نماز کا وقت: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے لوگوں کے ساتھ عید یا بقرعید کی نماز کے لئے نکلے، امام نے تاخیر کی تو آپ نے تردید فرمائی اور کہا کہ اس وقت تک ہم نماز سے فارغ ہوجاتے تھے۔ یہ بات آپ نے اشراق کے وقت کہی تھی۔ (ابوداؤد) نبی ﷺ عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ سے

واپس آکر قربانی کرتے تھے اوراس کا گوشت کھاتے تھے۔اس لئے صبح سویرے عیدالاضحیٰ کی نماز سے فارغ ہونا چاہیے ابوالحویرث سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عیدالاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھا کرو اور عیدالفطر کی نماز کچھ دیر سے (مشکوٰۃ)

قربانی کے ایام: عیدالاضحیٰ (یوم قربانی) کے بعد تیرہویں کی عصر تک ہے۔(ابوداؤد)

عیدگاہ میں عورتوں کو جانا چاہیے: ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے حکم دیا کہ پردہ والی لڑکیاں (بالغہ) بھی عیدگاہ میں حاضر ہوں۔عرض کیا گیا حائضہ کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا وہ سب بھی عید کی بھلائیوں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہولیں۔ایک عورت نے کہا کہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہوتو؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دوسری سہیلی اپنے چادر کے ایک حصہ میں ڈھانک لے گی۔(بخاری) حفصہ بنت سیرین رضی اللہ عنہا کی روایت کتاب العیدین، ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، مسلم کتاب صلوۃ العیدین، نسائی، ترمذی)

صلوۃ عیدین میں تکبیرات کی تعداد: نافع مولیٰ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں شریک ہوا۔آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیرات قبل قرأت اور دوسری میں پانچ تکبیرات قبل قرأت کہیں۔(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ فی العیدین، مؤطا امام مالک، کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی التکبیر والقرأۃ فی صلوۃ العیدین، ترمذی ج ا ص ۷۰ کتاب فی صلوۃ العیدین، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی روایت ہے۔

محترم حضرات! آپ نے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور قربانی کے بارے میں آپ ﷺ کی سنت مستند حوالوں کے ساتھ پڑھ لی، ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی میں ان چیزوں کو نافذ کریں قربانی کرنے کے لئے صاحب نصاب کا ہونا ہی شرط نہیں ہے۔بلکہ جوکوئی بھی ایک بکری یاکم سے کم اونٹ اور بڑے جانور میں ساتواں حصہ میں ہی شریک ہونے کی قدرت رکھتا ہے اسے ضرور کرنی چاہیے اور ہمارے اندر قربانی کا جذبہ ایثار اور حوصلہ اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کردینے کی امنگ اور اللہ کی محبت میں کسی دوسری چیز کو حائل نہ ہونے دینے کا ولولہ پایا جانا چاہیے، قربانی کے ایام میں قربانی کے سلسلے میں کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہیے جس کا کتاب وسنت میں کوئی ثبوت نہ ہو ایسا نہ ہو کہ ہم جس کو راضی کرنے کے لئے یہ سب کرتے ہیں اس میں ریاکاری یا تقویٰ یا نیک نیتی سے دوری کا عنصر شامل ہوجانے کی وجہ سے اس کو الٹا ناراض کربیٹھیں۔خدا تعالیٰ ہمیں صحیح جذبہ اور طریقہ سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407 فیکس: 011-23246613

قربانی اور مجاہدۂ نفس کی پکار

محمد سلیمان صابر

اسلام میں مسلمانوں کی روحانی مسرت کے لئے صرف دو تہوار مقرر کئے گئے ہیں یعنی عید الفطر اور عیدالاضحیٰ ایک نزول قرآن کی یادگار ہے اور دوسرا ایثار وقربانی اور مجاہدۂ نفس کی پکار۔ خدا کو نہ کسی مسرت کی ضرورت ہے اور نہ کسی قربانی کی۔ یہ سارے مجاہدے انسانیت کی تکمیل کے لئے ہیں۔قربانی سے خدا کو کوئی غرض وابستہ نہیں۔خود اس کا ارشاد ہے کہ گوشت اور لہو بارگاہ الٰہی میں باریاب نہیں ہوتا، وہ تو لطیف اور خبیر ہے۔

یہ مادی اشیاء مادی دنیا کے لئے ہیں البتہ جانوروں کی قربانی سے انسان کے اندر قربانی اور ایثار، پرہیزگاری اور پاکیزگی کا جوجذبہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے روح میں جو جلا آتی ہے اسے اللہ تعالیٰ کے حضور میں باریاب ہونے کا موقع ملتا ہے اور وہاں اس روح کی پذیرائی ہوتی ہے جو قربانی اور مجاہدہ کی بھٹی میں تپ کر اپنے آپ کو کندن بنالیتی ہے۔ اگر اسلامی تہوار کو اس کی روح کے ساتھ منایا جائے تو ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ یہی مظاہرہ تبلیغ اسلام کا ذریعہ بن جائے اور دوسرے لوگ اسلامی تہواروں سے موازنہ کرکے گواہی دیں کہ اسلام ہی محبت اور انسانیت کا مذہب ہے اور اس کی سادگی اور للّٰہیت دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

بعض لوگوں کے نزدیک نفس قربانی ہی قابل اعتراض ہے۔اسلام کو نکو بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس پر بے زبان جانوروں کا خون بہانے کا الزام لگایا جائے۔ وہ بے گناہ انسانوں کا خون بہتا اور زندہ انسانوں کو نذر آتش کرنے کا تماشہ دیکھتے ہیں اور متاسف نہیں ہوتے مگر قربانی کے سلسلہ میں وہ یکا یک چونک اٹھتے اور جانوروں کے ساتھ ہمدردی کرنے لگتے ہیں۔لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ جانوروں کو غذا کے طور پر استعمال کرنے سے کوئی بھی زمانہ خالی نہیں رہا۔قدرت نے حلال اور غیر مضر جانوروں کو انسانی غذا کے لئے بنایا ہے۔خود انسان کے دانت شہادت دیں گے کہ وہ سبزی اور گوشت دونوں کے لئے بنائے گئے ہیں جو جانور سبزی خور ہیں۔ان کے شکم بڑے رکھے گئے ہیں اور جو صرف گوشت خور ہیں ان کے شکم بہت ہلکے اور چھوٹے بنائے گئے ہیں۔انسان کا شکم درمیانی درجہ کا بنایا گیا ہے جو گوشت اور سبزی دونوں کو ہضم کرتا ہے۔مگر اسلام نے قربانی کی جو روایت قائم کی ہے وہ باطنی قربانی کا مظہر ہے۔ مادی قربانی روح کو قربانی اور ایثار کا سبق دیتی ہے یعنی انسان اپنی تمام خوہشات اور جذبات کو حق کی راہ میں قربان کردے۔انسانی خدمت بھی قربانی چاہتی ہے جب تک انسان اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرکے انسان کے لئے نفع بخشی اور خدمت کا سامان نہ کرے وہ کسی اجر کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

عیدالاضحیٰ کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات سے ہر مسلمان باخبر ہے اور جانتا ہے کہ اسلام میں قربانی کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور یہ کس کی یادگار ہے۔واعظین کرام بھی حضرت خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کے واقعات سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ ان واقعات کا اصل تعلق خدا کی توحید اور مرضیات الٰہی کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ہے دونوں تقریبات کی اصل روح یہی ہے کہ خدا کی یکتائی کے ساتھ انسانوں میں یکتائی اور وحدت پیدا ہو اور تخلیق کا منشا پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

دعا ہے کہ رب اکبر عیدالاضحیٰ کی اس تقریب سعید کو ملت کے حق میں خیر وبرکت کا باعث بنائے اور وہ اس کے صدقہ میں خیر محض بن کر انسانیت کے لئے سراپا رحمت بن جائے۔ہم اس مبارک تقریب پر ملت کے ہر فرد کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

تزکیۂ نفس اور اس کے ثمرات

عبدالمنان سلفی شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

تزکیہ کا لغوی معنی: تزکیہ کے لغوی معنیٰ صفائی ستھرائی کے ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰئهَا "(جس نے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا) یا افزائش کے ہیں جیسا کہ عربی مقولہ ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰئهَا " یعنی علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

تزکیہ کا اصطلاحی معنی: نفسانی خواہشات کو ختم اور پاکیزہ صفات میں اضافہ کرکے نفس انسانی کی تکمیل کا نام تزکیہ ہے۔ جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے"قدافلح من زکاھا" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:"جس نے اللہ کی فرماں برداری کے ذریعہ اپنے نفس کو ذلیل حرکات اور پست اخلاق سے پاک کیا۔" معلوم ہوا کہ نفس کو طبعی آلائشوں اور اخلاقی میل کچیل سے صاف کرنے، بری عادتوں وخرابیوں کی مقدار کم سے کم کرنے اور طبیعت کی اچھائیوں اور بلند اخلاق میں اضافہ کرنے کا نام تزکیۂ نفس ہے۔

تزکیہ کی قسمیں: مذکورہ تزکیہ وتربیت کی تعریف سے معلوم ہوا کہ تزکیہ، تخلیہ وتحلیہ پر موقوف ہے۔ تخلیہ یعنی نفس کو تمام گناہوں، برائیوں، معصیتوں، قبیح ورذیل عادتوں سے خالی کرنا اور تحلیہ یعنی نفس کو شرافت سے آراستہ وپیراستہ کرنا، اچھے اخلاق وعادات کا اس میں اضافہ کرنا یہاں تک کہ وہ نفس مطمئنہ کے درجے پر فائز ہوجائے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: تزکیۂ نفس کا کمال یہ ہے کہ انسان برائی سے اچھائی کی طرف بتدریج ترقی کرے، پھر اچھائی اور دل کی صفائی کے مراتب حاصل کرکے، انسانیت کے بلند مراتب تک پہنچ کر نفس امارہ (برائی کا حکم دینے والا نفس) سے نفس لوامہ (برائی پر اپنے آپ کو ملامت کرنے والا) پھر نفس مطمئنہ (اللہ سے راضی ومطمئن نفس) کے درجہ پر فائز ہوجائے اور اس طرح وہ اللہ سے راضی اور اللہ اس سے راضی ہوجائے۔

تزکیہ کی ضرورت واھمیت: موجودہ دور میں مسلمانوں کے حالات کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اپنے آپ کی تربیت پر نظر ثانی کی ہے۔ اس لیے اللہ کے ڈر وخوف نیز رضا وخوشنودی الٰہی کی از سرنو بنیاد رکھیں۔ اس عمل کو کھانے پینے اور پہننے سے زیادہ اہمیت دیں۔ کیونکہ اس زمانے میں فتنے، لالچ، خواہشات نفس، شکوک وشبہات کی اس قدر بھرمار ہے کہ اس سے قبل کبھی نہیں تھی مزید برآں لوگوں میں خود غرضی، باہمی عدم تعاون کا بول بالا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو تعمیری کام کرنے کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔ اسی طرح لوگوں میں منافقت بہت زیادہ ہے۔ اجتماعی کام کرنے کے لیے آپ کس پر بھروسہ کریں کس پر نہ کریں اس وقت یہ بھی سنگین مسئلہ بن گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تزکیۂ نفس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دوسرا مقصد قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعۃ:۲) ترجمہ: (اللہ) وہی ہے جس نے ناخواہندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

آیئے دیکھیں کہ تزکیہ کو اسلام میں اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے:

۱۔ کیونکہ تزکیۂ نفس ہی میں دنیا کی سعادت ونیک بختی اور فلاح وکامیابی مضمر ہے۔ قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی گیارہ عظیم الشان قسموں کی قسم کھا کر فرمایا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشّمس:۹،۱۰) ترجمہ: جس نے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔" دوسری جگہ فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىوَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (الاعلیٰ:۱۱،۱۲) ترجمہ: بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔"

جن لوگوں کو سعادت ونیک بختی کی تلاش ہے وہ جان لیں کہ سعادت صرف اللہ کی شریعت کی پیروی، اس کی خوشنودی اور اس کا تقرب حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہ:۱۲۴،۱۲۳) ترجمہ: جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔ اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کرکے اٹھائیں گے۔

تزکیۂ نفس درحقیقت نفس پر قابو پانے اور اسے شریعت کا پابند بنانے کے لیے درست رکھنے کا نام ہے جو ایسا کرلیتا ہے وہ دنیوی سعادت ونیک بختی اور مبارکبادی کا مستحق قرار پاتا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ آخرت میں نجات انہیں لوگوں کے لیے ہے جن کے نفوس پاکباز، دل صاف ستھرے اور اعمال نیک ہوں اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب گناہوں کی گندگی، معصیتوں کی آلائشوں سے نفس کو پاک وصاف رکھا جائے اور ہمت وحوصلے کو جلا بخشی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّہٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّہٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰیوَمَنۡ یَّاۡتِہٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَہُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰیجَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَکّٰی (طہٰ:۷۴۔۷۶) ترجمہ: بات یہی ہے کہ جو بھی گنہگار بن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوگا اس کے لیے دوزخ ہے، جہاں نہ موت ہوگی اور نہ زندگی۔اور جو بھی اس کے پاس ایماندار ہوکر حاضر ہوگا اور اس نے اعمال بھی نیک کیے ہوں گے اس کے لیے بلند و بالا درجے ہیں۔ہمیشگی والی جنتیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک ہے۔

نفس اور دل کے درمیان ایک جنگ بپا ہے،دونوں میں سے کوئی ایک ہی کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔نفس کامیاب ہوگیا تو راستہ جہنم کی طرف چلا جاتا ہے اور اسے اسفل السافلین میں پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح اگر دل بازی مار لے گیا تو اعلیٰ علیین کی ڈگر پر سرپٹ دوڑتا ہے اور رب کی خوشنودی حاصل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ کامیابی نفس پر دل کی جیت سے ہوتی ہے لہٰذا نفس کو دل کی بات ماننے کی ٹریننگ دی جائے اور اسے اس کے لیے خوب پختہ کیا جائے تبھی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاملہ آسان ہے بلکہ درحقیقت یہ کسی جہاد سے کم نہیں ہے۔نفس ایک بدکے ہوئے، سرکش چوپائے کی مانند ہے جس نے بڑی حکمت و دانائی اور تجربات کو بروئے کار لاکر، ڈرا دھمکا کر، لاڈ و پیار سے قابو کیا جاسکتا ہے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی تربیت و دیکھ بھال میں کوتاہی سے کام نہ لیا جائے بلکہ ہمہ وقت مستعد و چوکنا رہ کر اس کی نگرانی کی جائے۔

علامہ بوصیری نے نفس انسانی سے متعلق کہا ہے:

والنفس کالطفل ان تھملہ شب علی
حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم
فجاھد النفس والشیطان واعصھما
وان ھما محضاک النصح فاتھم

نفس ایک شیر خوار بچے کی طرح ہے اگر تم اسے ڈھیل دئے رہوگے تو وہ دودھ پیتے پیتے جوان ہوجائے گا۔اور اگر دودھ چھڑاؤگے تو چھوڑ دے گا۔لہٰذا نفس اور شیطان دونوں سے مجاہدہ کرتے رہو اور ان کی نافرمانی کرتے رہو۔ وہ اپنے آپ کو کتنا بھی مخلص ظاہر کریں، انہیں ملزم ہی گردانتے رہو۔

یہ چیز نفس انسانی کی طبیعت میں ہے کہ وہ شہوات ولذات کا دلدادہ اور اطاعت وفرماں برداری نیز بھلائی کے کاموں میں سست وکاہل ثابت ہوا ہے لہٰذا خواہشات نفس کو کچل ڈالنے میں شرف وعزت اور نفس کی تابعداری میں ذلت ورسوائی یقینی ہے۔جسے نفس کو مرضی کے مطابق چلانے کی توفیق نصیب ہوگئی اس کی آرزو تکمیل کو پہنچی، لیکن جس نے اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی، ہلاکت و بربادی اس کا مقدر بن گئی اور کیا کرایا سب ملیا میٹ ہوگیا۔

نفس کی اطاعت یا نافرمانی کے نتائج کا فرق دیکھنا چاہتے ہیں تو یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کے قصے پر غور کریں۔کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پاکبازی کے صلے میں دنیا و آخرت کی عزت وشرف سے سرفراز فرمایا، اس کے برخلاف عزیز مصر کی بیوی کو اپنے کیئے پر کس قدر خفت اٹھانی پڑی۔اسی طرح بنی اسرائیل کا ایک راہب جب خواہشات نفس کے جال میں پھنس گیا تو پہلے زنا کا ارتکاب کیا، پھر بچے اور اس کی ماں دونوں کو قتل کردیا اور اس وقت تو حد ہی ہوگئی جب وہ ابلیس کے ہی سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَرِيۡبًا ذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيۡنِ فِيۡهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ (الحشر:۱۶،۱۷) ترجمہ: شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش (دوزخ) میں ہمیشہ کے لیے گئے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب وہ اپنا دین، دنیا کی معمولی چیزوں کے عوض بیچ ڈالیں گے۔حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے تصور میں نہیں بلکہ حقیقت میں ان کی شکل وصورت دیکھی ہے اور خواب میں نہیں بلکہ حقیقت میں ان کا مشاہدہ کیا ہے۔وہ آگ کے پتنگے اور لالچ کی مکھیاں ہیں۔وہ صبح دو درہم لیکر نکلتے ہیں اور شام میں دو درہم لیکر لوٹتے ہیں۔ان میں کوئی تو اپنا دین بکری کے عوض بیچ ڈالتا ہے۔(احمد)

لیکن پاکیزہ نفوس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اچھی تربیت اور تزکیہ کے باعث محفوظ رکھا ہے۔اس کی بے شمار مثالیں اسلاف کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں۔ہمیں بھی انہیں اپنے لیے اسوہ وقدوہ بنانے کی ضرورت ہے۔ایک دفعہ امام زہری اور ہشام بن عبدالملک کے درمیان گفتگو ہوئی۔ ہشام، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا سردار علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مانتے تھے۔چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے بعض ہمنشین علماء سے پوچھا کہ تہمت کا سرغنہ کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ بن ابی۔کہا: جھوٹ، بلکہ علی ہیں۔اس نے کہا: تب امیر بہتر جانتے ہے۔پھر ہشام نے امام زہری سے پوچھا: انہوں نے جواب دیا کہ وہ عبداللہ بن ابی ہیں اور انہیں ان کے کیے کی سزا ملے گی۔ہشام نے کہا: آپ جھوٹ کہتے ہیں۔امام زہری نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا: تمہارا باپ مرجائے! میں جھوٹ بولوں گا؟ اللہ کی قسم! اگر آسمان سے پکارنے والا پکار کر کہے کہ جھوٹ بولنا جائز ہے، تب بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔اللہ کی قسم! مجھے سعید، عروہ، عبیدہ اور علقمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ تہمت کا سرغنہ عبداللہ بن ابی ہے۔یہ سنتے ہی ہشام کانپنے لگا اور کہا: امام صاحب! ہم نے آپ کو ناراض کردیا لہٰذا آپ ہمیں معاف فرمادیں۔

جو بھی اپنے نفس کا تزکیہ کرے گا اور خالق کائنات سے رشتہ استوار رکھے گا، پریشانیوں کے وقت اسے سکون میسر ہوگا اور تاریکیوں کے دور میں بھی اسے روشنی میسر ہوگی اور اس کے تئیں لوگوں کا حسن ظن برقرار رہے گا نیز لوگ اس پر بھروسہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو ہی لے لیجئے جب وہ اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل پڑے تو راستہ بھٹک کر سمندر پر پہنچ گئے اور پیچھا کرتے ہوئے فرعون مع لاؤ لشکر کے ان کے قریب پہنچ گیا تو آگے سمندر، پیچھے دشمن۔ ہلاکت سامنے نظر آنے لگی تو قوم کے لوگ پکارا ٹھے: انا لمدرکون (اب تو ہم پکڑے جائیں گے۔) لیکن موسیٰ علیہ السلام پر کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ پورے ایمان ویقین کے ساتھ آگے بڑھتے رہے اور پایۂ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ وہ کہتے رہے: کلا ان معی ربی سیھدینی (ہرگز نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے وہ عنقریب ہی مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔) اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالدیا گیا پھر بھی کہتے رہے: حسبی اللہ ونعم الوکیل (میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقعہ پر جب غار ثور میں تھے اور دشمن بالکل قریب پہنچ گیا تھا تب بھی ذرا نہیں گھبرائے اور نہ حواس باختہ ہوئے بلکہ اپنے ساتھی کو یہ کہتے ہوئے اطمینان دلایا: ماظنک باثنین اللہ ثالثھما (دو کے ساتھ تیسرا اللہ ہے تو بدگمانی کس بات کی؟) جس راستے پر یہ لوگ چلے اس پر چلنے والے کو اللہ تعالیٰ اطمینان کی دولت سے اتنا ہی سرفراز فرماتا ہے جتنا وہ ان سے قربت رکھتا ہے۔

تزکیۂ نفس کی بدولت انسان کو سکون واطمینان میسر ہوتا ہے۔ پھر اسے چاہے جتنی بھی پریشانیاں اور مشکلات درپیش ہوں اس کے پایۂ استقلال واستقامت کو لرزش نہیں ہوتی۔ سلف کے یہاں اس طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

ابوسفیان بن الحارث کی موت کا وقت جب قریب آیا تو کہنے لگے: میرے پاس روؤ نہیں کیونکہ جب سے میں دولت اسلام سے سرفراز ہوا ہوں، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ حالانکہ ان کے اسلام لانے اور وفات پانے کے درمیان بارہ سال کا وقفہ تھا۔ وہ چاشت کے وقت سے نماز پڑھنے لگتے تو زوال کے وقت تک نماز جاری رکھتے۔ پھر ظہر سے عصر تک نماز پڑھتے رہتے۔ یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ربیع بن خثیم کے بارے میں ان کے بعض ساتھیوں نے بتایا کہ ان کے ساتھ بیس سال تک صحبت رہی لیکن انہوں نے ان سے ایک بھی قابل اعتراض جملہ نہیں سنا۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ان کی بیٹی آئی اور کہنے لگی: اے ابا جان! کیا میں کھیلنے کے لیے چلی جاؤں؟ جواب دیا: جا لیکن بھلی بات کہہ... انہوں نے کھیل کا لفظ اپنی زبان پر لانا بھی پسند نہیں کیا۔ انہی کے بارے میں ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو ایک شخص بولا کہ اگر آج بھی میں ان کی زبان سے خراب بات نہ نکلوا پایا تو کبھی بھی نہیں نکلوا سکوں گا۔ انہوں نے سوال کیا اے ابویزید! ابن فاطمہ علیہا السلام کو مار دیا گیا۔ تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمان الٰہی: قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (الزمر: ۴۶) (آپ کہہ دیجیے کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ الجھ رہے تھے) کی تلاوت کی۔ انہوں نے پھر اکسایا اور کہا اے ابویزید! آپ اس حادثے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ جواب دیا: میں کیا کہوں۔ اللہ ہی کی طرف انہیں لوٹ کر جانا ہے اور اللہ ہی ان کا حساب وکتاب لینے والا ہے۔

خارجہ بن مصعب نے عبداللہ بن عون کے بارے میں کہا کہ میں ان کے ساتھ چوبیس سال رہا لیکن میں نہیں جانتا کہ فرشتوں نے ان کے بارے میں ایک بھی گناہ لکھا ہوگا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ وھیب بن ورد رحمہ اللہ کو طبیب کے نام سے پکارتے تھے۔ وہ جب حدیث کی مجلس سے فارغ ہوتے تو اپنے ساتھیوں سے کہتے: جاؤ طبیب یعنی وھیب کے پاس جاؤ۔ وھیب فرماتے تھے: اگر تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ تمہیں اللہ سے کوئی چیز غافل نہ کرے تو ضرور ایسا کرو۔ انہیں کے اقوال میں سے ہے: تمہارا مقصد زیادہ عمل کرنا نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس عمل کی مضبوطی اور خوبصورتی تمہارے مطمح نظر ہونی چاہیے۔ کیونکہ بندہ نماز پڑھتا ہے لیکن وہ اپنی نماز ہی میں اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسی طرح روزہ رکھتا ہے لیکن دوران روزہ ہی اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: بہت سے روزہ داروں کے روزہ کا حاصل بھوک وپیاس کے علاوہ کچھ نہیں، اسی طرح بہت سے تہجد گزاروں کے قیام کا نتیجہ (بے فائدہ) شب بیداری کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے: غیبت کو چھوڑنا میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میرے لیے پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک دنیا کی دولت حاصل ہوتی رہے جسے میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہوں۔ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (مومنوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں۔) انہیں کا قول ہے کہ تم اس بات سے ڈرو کہ لوگوں کے سامنے تو شیطان کو برا بھلا کہو لیکن تنہائی میں اس کے دوست بن جاؤ۔

تزکیۂ نفس ایسا عمل ہے جس کے بے شمار فائدے ہیں اور وہ دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا سرچشمہ اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔ ہر فرد بشر کو اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ اس کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے کی جانب توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العلمین۔

☆☆☆

ابوعدنان سعید الرحمن بن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی

جنت کی کنجیاں

جنت ہر انسان کے ارمانوں اور آرزوؤں کی منتہیٰ ہے۔ آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہر مسلم فرد کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے مرنے کے بعد خوشحال زندگی میسر ہو اور اس کی محنتوں کا ثمرہ جنت کی صورت میں اسے حاصل ہو، اس کے لئے وہ نیک کام بھی کرتا ہے اور شریعت کے موافق اپنی زندگی کو ڈھالتا بھی ہے۔ اس کی ہر جتن اور تگ ودو آخرت کو مطمح نظر رکھ کر ہی ہوتا ہے اور وہ حصول جنت کے لئے قرآن وسنت میں مذکور جنت کے حصول کے اسباب وذرائع کو اپناتا بھی ہے تاکہ اس کی امیدیں بر آئیں۔ اگر مٹھی بھر صوفیہ اور باطل نظریہ کے حاملین کو چھوڑ دیں تو یقینی طور پر ایک انسان اعمال خیر اور نیکیوں کی انجام دہی رضائے الٰہی کے حصول اور جنت پانے ہی کے لئے کرتا ہے۔ یہ کچھ بے توفیق لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا اپنی نیکیوں کے ذریعہ جنت یا رضائے الٰہی کی امید اور آرزو باطل ہے کیونکہ یہ کمال عبادت اور کمال عبودیت کے منافی ہے، اس وجہ سے کہ اس شخص کی مثال مزدور اور اجیر کی طرح سے ہے جو اپنی عبادت پر گویا اجرت کا خواہاں ہو۔ حالانکہ یہ قول مضحکہ خیز اور بے بنیاد ہے کیونکہ جب ہم قرآن مجید اور احادیث نبویہ کا مطالعہ کریں تو قدم قدم پر ہمیں ایسے اعمال کا تذکرہ ملے گا جن کی انجام دہی پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

ہاں، یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جنت اتنی عظیم اور بلند وبالا نعمت ودولت ہے کہ محض اعمال انسانی اس کا بدل نہیں بن سکتے بلکہ حصول جنت کے لئے ضروری ہے کہ جو انسان پر رب تعالیٰ کا خصوصی رحم وکرم کا معاملہ ہو۔ اسی تعلق سے اللہ کے پیارے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "لن يدخل أحدكم عمله الجنة" یعنی کسی بھی انسان کو اس کے اعمال حسنہ ہی جنت میں نہیں داخل کرسکتے۔ یہ سن کر صحابہ کرام کمال حیرت واستعجاب میں گویا ہوئے کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ بھی اپنی نیکیوں کی بنیاد پر جنت میں نہیں جاسکتے تو آپ نے دوٹوک انداز میں کہا: "لا، الا أن يتغمدني الله برحمته" یعنی نہیں، الا یہ کہ رحمت الٰہی مجھے ڈھانپ لے۔ (صحیح مسلم/5171)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیکیاں، بھلائیاں، اچھائیاں اور اعمال خیر دخول جنت کے ذرائع تو ہیں لیکن ان کے ساتھ رحمت الٰہی کا حصول بھی دخول جنت کے لئے ضروری ہے۔

بہرحال زیر نظر مضمون میں ایسے ہی دخول جنت کے بعض ذرائع کتاب وسنت کے شہ پاروں سے جمع کئے گئے ہیں، اس مقصد سے کہ ہم ان اعمال کو انجام دے کر خود کو جنت الٰہی کا مستحق بنائیں۔ اللہ ہمیں توفیقات سے نوازے۔

اللہ کے حضور توبہ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا". (سورۃ مریم/٦٠) یعنی بجز ان کے جو توبہ کرلیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له" یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے جس نے گناہ ہی نہ کیا ہو"۔ (سنن ابن ماجہ/4250، حلية الأولياء ٤/٢١٠، سنن بیہقی/20561، اسے شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔)

توبہ، رب تعالیٰ سے لو لگانے اور اپنی سیہ کاریوں کی معافی تلافی کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اس کو اپنا کر انسان رب تعالیٰ کی رحمتوں کا مستحق قرار پاسکتا ہے اور یہی وہ دروازہ ہے جس پر اگر ہم صدق دلی سے دستک دیں تو رب تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتا ہے۔

ایمان اور عمل صالح: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (سورۃ البقرۃ/٢٥) یعنی اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں۔

نیز فرمایا: "وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ"

فَأُولٰئِکَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا "(سورة النساء/۱۲۴) یعنی جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک عمل کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔

دخول جنت کے اہم اسباب میں سے ایمان اور عمل صالح بھی ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ایمان اور عمل صالح دخول جنت کے اسباب کی بنیاد اور اصل ہیں۔اگر ایمان میں نقص ہے یا عمل صالح میں انسان کمزور ہے تو پھر جنت میں داخلے کی امید فضول ہے۔ ہر انسان کو سب سے پہلے اپنے ایمان کو مضبوط بنانا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، پھر جنت کی راہ آسان ہوگی۔ان شاء اللہ۔

تقویٰ اور پرہیز گاری: تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا دل خوفِ الٰہی سے معمور ہو، اطاعت الٰہی کو لازم پکڑے، نافرمانی سے دور رہے اور ہمہ وقت انسان کا دل ذکر الٰہی سے معمور رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ"(سورة آل عمران /۱۳۳) یعنی اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑ و جس کا عرض آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے، جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

نیز فرمایا:"تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا" (سورة مريم / ۶۳) یعنی یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں۔

اگر کوئی مسلمان تقویٰ سے اپنے دل کو معمور کر لیتا ہے اور اپنے شب و روز کے کاموں میں خشیت الٰہی اور تقویٰ کو ملحوظ رکھتا ہے تو یہ دخول جنت کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا "(سورة الفتح /۱۷) یعنی جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے تلے نہریں جاری ہیں اور جو منہ پھیر لے اسے دردناک عذاب دے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" كل أمتي يدخلون الجنة الا من أبى" یعنی میری امت کے تمام افراد جنت میں داخل ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو انکار کریں گے۔آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کس نے انکار کیا؟ آپ نے فرمایا:" من أطاعني دخل الجنة و من عصاني فقد أبى" یعنی جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا البتہ جس نے میری نافرمانی کی، اسی نے میرا انکار کیا"۔(صحیح بخاری/6889)

جنت کے شوقینوں کو اطاعت الٰہی اور اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ مضبوطی سے استوار کرنا پڑے گا، کیونکہ اس کے بغیر حصول جنت کی کوششیں سچ نہیں ہوسکتی ہیں بلکہ دور کی کوڑی ثابت ہوگی۔

اللہ کی راہ میں جہاد: موجودہ زمانہ میں ایک پروپیگنڈہ کے تحت لفظ جہاد کو اس قدر بدنام کیا گیا ہے کہ گویا یہ دہشت گردی کی دوسری اصطلاح ہو یا دہشت گردی کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ، حالانکہ یہ سوچ لاعلمی اور جہالت کا شاخسانہ ہے، اس وجہ سے کہ جہاد ظلم وعدوان اور سرکشی وطغیانی کے سد باب کا نام ہے۔عمومی طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ بندوق اٹھانے، معصوموں کو قتل کرنے اور تیغ وتفنگ اور سیف وسنان سے ہی جہاد کی انجام دہی ہوسکتی ہے حالانکہ جہاد کی تین قسمیں ہیں:

نفس اور خواہشات کے خلاف جہاد: اللہ تعالیٰ نے اس جہاد کے بارے میں ارشاد فرمایا:" وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا".(سورة العنكبوت/ ۶۹) یعنی اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھا دیں گے۔

دعوت کے لئے جہاد: اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:" وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا"(سورة الفرقان / ۵۱) یعنی پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں۔

مال کے ذریعہ جہاد: کفار کے خلاف لڑائی کے میدان میں جہاد۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ "(سورة التوبه /۱۱۱) یعنی بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

شریعتِ الٰہی پر استقامت: شریعت اسلامیہ پر استقامت ہر مومن سے مطلوب ہے اور یہ اس قدر عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ دینِ الٰہی کے پابند اور گامزن انسان کو فرشتوں کی زبانی جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ "(سورة حم السجدة / ۳۰) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔

حصولِ علم: علم سے انسان پر جنت کی راہیں کھلتی ہیں۔ بھلی بری چیزوں کے مابین تفریق کرنے کا ہنر آتا ہے، نیکی اور بدی کی راہیں معلوم ہوتی ہیں، اسی وجہ سے حصول علم کو دخول جنت کا سبب کہا گیا ہے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الى الجنة" یعنی جو کوئی طلبِ علم کی راہ میں نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے (صحیح مسلم، سنن ترمذی/ 2646، سنن ابوداود/ 3641، سنن ابن ماجہ/ 183)

مساجد کی تعمیر: مسجدیں اللہ کا گھر بھی ہیں اور مسلمانوں کے لئے جائے عبادت بھی۔ معاشرے پر ان مسجدوں کے بہت سارے بہترین اثرات ہیں جن میں بعض تو ایسے نیک اثرات ہیں جو مسجدوں کے بغیر کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوسکتے ہیں۔ عبادتوں کے علاوہ مسجدوں سے آنے والی قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے دلنواز کانوں میں رس گھولتی ہوئی دلوں کو محظوظ کرتی ہے اور مستقبل کے رجال کار اور نونہالان قوم کی علمی تشنگی بجھاتی ہے۔ یہی نہیں، بلکہ مسلم کمیونٹی کی صحیح سمت میں رہنمائی بھی مسجدوں میں منعقد ہونے والے دینی اسباق وشرعی دروس اور خطبے وغیرہ سے ہی انجام پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدوں کی تعمیر کو حصول جنت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من بنى مسجدا يبتغي به وجه الله بنى الله له بيتا في الجنة" و في رواية "بنى الله له مثله في الجنة" یعنی جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مسجدوں کی تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اس مسجد کی طرح ہی اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کر دے گا۔ (صحیح بخاری/ 450، صحیح مسلم/ 533)

لڑائی جھگڑا، دروغ گوئی سے اجتناب اور حسن اخلاق کا التزام: ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أنا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء وان كان محقا، و ببيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب وان كان مازحا وببيت في أعلى الجنة لمن حسن خلقه" یعنی میں اس شخص کے لئے جنت کے اندر ایک گھر کی گارنٹی لیتا ہوں جو لڑائی جھگڑا ترک کر دے اگر چہ وہ حق پر ہی ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کی گارنٹی لیتا ہوں جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگر چہ ہنسی مذاق ہی میں کیوں نہ ہو اور جنت کی بلندی میں ایک گھر کا اس شخص کے لئے جو خوش خلق ہو۔ (سنن ابوداود/ 4800)

وضو کا التزام اور ہر وضو کے بعد دو رکعتوں کا اہتمام: مذہب اسلام میں طہارت اور پاکی صفائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے طہارت اور پاکی صفائی پر مختلف طریقے سے ابھارا ہے اور اس پر بے پناہ فضائل وفوائد بتایا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ایک انسان جو وضو کا اہتمام کرتا ہے اور ہر وضو کے بعد دو رکعت نمازیں پڑھتا ہے تو اسے یہ شرف حاصل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے اندر اس کے قدموں کی آہٹ سنی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ صلاۃ فجر بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: "يا بلال! حدثني بأرجى عمل عملته في الاسلام فاني سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة" یعنی اے بلال! اسلام کی حالت میں کئے گئے اپنے سب سے امید افزا عمل کے بارے میں بتلاؤ، کیونکہ جنت میں، میں نے اپنے آگے آگے تمہارے کھڑاؤں کی آواز سنی"۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ما عملت عملا أرجى عندي أني لم أتطهر طهورا في ساعة ليل أو نهار الا صليت بذلك الطهور ماكتب لي أن أصلي یعنی میں نے ایسا کوئی امید افزا عمل تو نہیں کیا ہے البتہ میں دن ورات کے جس حصے میں بھی وضو کرتا تھا تو نماز پڑھا کرتا ہوں"۔ (صحیح بخاری/ 1149)

جماعت کے ساتھ صلاۃ کا التزام: نماز دین کا اہم ستون ہے۔ معراج کا تحفہ ہے اور رفع درجات کا سبب اور گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے۔ مذہب اسلام نے نماز کو فرض قرار دیا ہے اور اسے مسجد میں باجماعت ادا کرنے کو ضروری اور لازم کیا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو پھر ایسے شخص کے لئے رب تعالیٰ اپنے یہاں مہمانوازی کا سامان تیار کرتا ہے۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ جو رب تعالیٰ کا مہمان ہوگا، پھر اس کی قسمت اور نصیب کا کیا کہنا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من غدا الى المسجد أو راح، أعد الله له في الجنة نزلا كلما غدا أو راح" یعنی جو صبح شام مسجد جاتا ہے،

اللہ تعالیٰ ہر بار صبح شام جانے کے بدلے اس کی مہمانوازی کا سامان تیار کرتا ہے‘‘۔(صحیح بخاری/631،صحیح مسلم/669)

بکثرت سجدہ کرنا: سجدہ تواضع وانکساری کی آخری حد ہے۔جب ایک انسان سجدہ کرتا ہے تو اس عمل کو اللہ تعالیٰ بے حد پسند کرتا ہے اور ہر سجدہ کے عوض انسان کے ایک مقام ومرتبہ کو بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ ختم کرتا ہے،جیسا کہ صحیح مسلم/488 میں ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔اس وجہ سے کہ ایک انسان جب سجدہ میں ہوتا ہے تو اپنے پروردگار سے سرگوشی کررہا ہوتا ہے اور یہ وہ پل ہوتا ہے جب انسان اپنے خالق حقیقی سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رات گزارا کرتا تھا۔ایک رات میں آپ کی خدمت میں پانی اور دیگر ضروریات کی چیزیں لایا تو آپ نے فرمایا:’’سوال کرو‘‘۔میں نے کہا: میں جنت میں آپ کی ہم نشینی کا خواہاں ہوں۔آپ نے فرمایا:’’اس کے سوا کوئی دوسری چیز؟‘‘ میں نے کہا:نہیں،میں اسی چیز کا سائل ہوں۔آپ نے فرمایا:’’فأعنی علی نفسک بکثرۃ السجود‘‘ یعنی کثرتِ سجود سے تم اپنے نفس کے لئے میری مدد کرو‘‘۔(صحیح مسلم/1121-1122)

حج مبرور: ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن حج بیت اللہ ہے۔یہ واحد عبادت ہے جو جسمانی بھی ہے اور مالی بھی یعنی اس عبادت کی انجام دہی کے لئے جہاں بلاد حرمین شریفین کے اسفار کے خرچے موجود ہوں،وہیں انسان جسمانی لحاظ سے بھی حج کے ارکان وشروط کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو۔یہ ایک انتہائی شاق عمل ہے۔اس وجہ سے رب تعالیٰ نے اس عظیم عمل کے عوض جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة‘‘ یعنی حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہے‘‘۔(صحیح بخاری/1773،صحیح مسلم/1349)

نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’من حج لله فلم یرفث و لم یفسق رجع کیوم ولدته أمه‘‘ یعنی جس کسی نے اللہ کی خاطر حج کیا اور اس حج میں فسق وفجور کا ارتکاب نہیں کیا تو اس کی حالت ایسی ہی ہوجائے گی کہ گویا وہ آج ہی پیدا ہوا ہو یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں رہ جائے گا جس طرح نومولود گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے‘‘۔(صحیح بخاری/1521،صحیح مسلم/1350)

ہر صلاۃ کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا اہتمام: آیۃ الکرسی قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز بعد اسے پڑھنے کی تاکید کی ہے کیونکہ یہ جہاں ایک طرف حصول جنت کا ذریعہ ہے،وہیں دوسری طرف شیطان سے نجات کا وسیلہ بھی۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلاة مکتوبة لم یمنعه من دخول الجنة الا الموت‘‘ یعنی جو کوئی بھی ہر صلاۃ کے بعد آیۃ الکرسی کا اہتمام کرے گا تو اس کے اور جنت کے مابین صرف موت ہی فاصلہ ہوگی۔(سنن نسائی/9848،المعجم الکبیر للطبرانی/7532،مسند رویانی/1268،ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة/124،ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب والترھیب/1595)

سیدالاستغفار کا ورد: مغفرت طلبی اور توبہ وانابت اللہ کے نزدیک بے حد پسندیدہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جابجا توبہ واستغفار پر انسانوں کو ابھارا ہے بلکہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وارد ہے کہ آپ دن میں سوسو بار استغفار پڑھا کرتے تھے۔استغفار پر مبنی ایک جامع دعا ہے جسے سید استغفار کیا جاتا ہے،وہ بے پناہ فضائل وفوائد کا مرقع ہے۔شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’سیدالاستغفار یہ ہے کہ آپ کہیں:’’اللهم أنت ربی لا اله الا أنت خلقتنی وأنا عبدک وأنا علی عهدک ووعدک مااستطعت أعوذبک من شر ما صنعت أبوء لک بنعمتک علی وأبوء بذنبی فاغفرلی فانه لایغفر الذنوب الا أنت‘‘. یعنی اے میرے اللہ!تو ہی میرا پروردگار ہے۔تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی کوشش بھر تیرے عہد وپیمان اور وعدے پر قائم ہوں۔میں اپنے کئے گناہوں سے تیری پناہ کا خواستگار ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی دوسرا گناہ نہیں بخش سکتا ہے۔

جو انسان اسے یقین کے ساتھ دن میں پڑھے گا اور اسی دن شام ہونے سے پہلے انتقال کرجائے گا تو وہ جنتی ہوگا اور جو اسے رات میں یقین کے ساتھ پڑھے گا اور صبح ہونے سے پہلے وفات پاجائے گا تو وہ جنتی ہوگا۔(صحیح بخاری/6306)

سنن مؤکدہ کا اہتمام: سنن رواتب یا سنن موکدہ ان سنتوں کو بولتے ہیں جن پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مواظبت ومداومت برتا کرتے تھے۔ان سنن کی ادائیگی بے پناہ فضیلتوں کی حامل ہے۔ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

سنا:''من صلى اثنتى عشرة ركعة في يوم و ليلة، بنى له بهن بيتا في الجنة'' یعنی جو دن رات میں بارہ رکعتوں کا التزام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (صحیح مسلم/ 728)

وضو کے بعد کی دعا کا پڑھنا: وضو بذات خود ایک عبادت ہے اور اچھے ڈھنگ سے وضو کرنے والے کے بارے میں حدیثوں میں وارد ہے کہ اس کے گناہ ختم ہوجاتے ہیں لیکن اگر وضو کرنے کے بعد کوئی انسان مندرجہ ذیل دعا پڑھتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لئے جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی شخص وضو کرتا ہے اور اچھی طرح سے وضو کرتا ہے اور پھر وضو کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے: ''أشهد أن لااله الاالله وأن محمدا عبدالله ورسوله'' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس سے چاہے گا جنت میں داخل ہوگا''۔ (صحیح مسلم/ 234)

اولاد اور چہیتوں کے انتقال پر صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من احتسب ثلاثة من صلبه دخل الجنة '' یعنی کوئی انسان اپنے سگے تین بچوں کے فوت پر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ یہ سن کر ایک عورت کھڑی ہوئی اور عرض پرداز ہوئی کہ اگر کسی کے دو بچے وفات پائے ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: ''اگر کسی کے ایک بچہ کا فوت ہوتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟''۔ وہ خاتون بعد میں کہا کرتی تھیں کہ کاش میں نے ایک بچہ کے فوت ہونے کے بارے میں استفسار کیا ہوتا۔ (سنن نسائی ۲/۲۶۴، صحیح ابن حبان ۲۱/۷، التاریخ الکبیر للامام البخاری ۳/۲/۴۲۱، شیخ البانی نے صحیحہ/ 2302 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''لايموت لاحداكن ثلاثة من الولد فتحتسبه الا دخلت الجنة'' یعنی تم میں سے جس کے تین بچے وفات پاجاتے ہیں اور وہ اس پر صبر کا مظاہرہ کرتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ یہ سن کر ایک عورت کھڑی ہوئی اور پوچھنے لگی کہ اگر کسی کے دو بچے فوت ہوتے ہیں تو؟ آپ نے فرمایا: ''اگر کسی کے دو بچے بھی وفات پاتے ہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگی''۔ (صحیح مسلم/ 4773)

یتیم کی کفالت: مذہب اسلام نے ضرورت مندوں اور محتاجوں کے ساتھ محبت وشفقت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بھلا اس بچے سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج کون ہوسکتا ہے جس کے بچپن ہی میں اس کے والدین یا صرف والد اس دنیا سے رخصت ہوجائیں۔ ایسے بچے کی کفالت اور اس کے سرپر دست شفقت رکھنے کو مذہب اسلام انتہائی مستحسن قرار دیتا ہے بلکہ ایسے فرد کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ یہ جنت میں آپ کے بالکل قریب ہوگا۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أنا و كافل اليتيم فى الجنة كهاتين'' یعنی میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں یوں ہوں گے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی دوانگلیوں سے اشارہ کیا۔ (صحیح بخاری/ 1467)

مریض کی عیادت: مریض کی عیادت اور مزاج پرسی بہت ہی فضیلت یافتہ عمل ہے۔ ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان المسلم اذا عاد أخاه المسلم لم يزل فى خرفة الجنة حتى يرجع'' یعنی جو مریض کی عیادت کرنے کے لئے جاتا ہے وہ لوٹتے دم تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔ (صحیح مسلم/ 2568)

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من عاد مريضا أو زار أخاله فى الله ناداه مناد: أن طبت و طابت ممشاك و تبوأت من الجنة منزلا'' یعنی جس نے اللہ کے لئے کسی مریض یا اپنے کسی بھائی کی عیادت کی تو اللہ کی طرف سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ تم نے نہایت ہی عمدہ کیا اور تیرا یہ چلنا نہایت ہی مبارک رہا اور تجھے اس کی وجہ سے جنت میں جگہ عنایت کی گئی''۔ (سنن ترمذی/ 2008، اسے شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔)

نماز کے بعد دس دس بار سبحان الله ، الحمدلله اور الله اكبر کا پڑھنا: عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خصلتان أو خلتان لايحافظ عليهما عبدمسلم، الا دخل الجنة، هما يسير، ومن يعمل بهما قليل ،يسبح دبر كل صلاة عشرا، ويحمد عشرا، ويكبر عشرا ،فذلك خمسون و مائة باللسان، وألف و خمس مائة فى الميزان ،يكبر أربعا و ثلاثين اذا أخذ مضجعه، ويحمد ثلاثا و ثلاثين ويسبح ثلاثا و ثلاثين فتلك مائة باللسان، وألف فى الميزان'' یعنی دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی مسلمان ان پر ہمیشگی برتے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ بہت آسان ہیں اور عمل

کرنے والے کے لئے تھوڑے بھی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ انسان ہر صلاۃ کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمدللہ کہے اور دس بار اللہ اکبر کہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ انہیں اپنی انگلیوں پر شمار کیا کرتے تھے۔ نیز آپ نے فرمایا: یہ زبان پر ڈیڑھ سو ہیں البتہ میزان میں ڈیڑھ ہزار کے برابر ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: ''جب تم اپنے بستر ے پر سونے کے لئے آؤ تو سو بار سبحان اللہ، سو بار الحمدللہ اور سو بار ہی اللہ اکبر کہا کرو کیونکہ گرچہ یہ زبان پر سو ہوں گے لیکن میزان میں ان کا وزن ہزار ہوگا۔ پھر کون ایسا شخص ہے جو دن رات میں ڈھائی ہزار غلطیاں اور گناہ کرتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: پھر ہم اس پر ہمیشگی کیوں نہ برتیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک فرد جب نماز میں ہوتا ہے، شیطان اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو یہاں تک کہ وہ شخص نماز پڑھ لیتا ہے لیکن اکثر افعالِ نماز کی ادائیگی نہیں کیا ہوتا اور اسی طرح سے شیطان انسان کے پاس اس وقت بھی حاضر ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے بستر ے میں ہوتا ہے اور اس کو سلاتا رہتا ہے حتی کہ وہ انسان سو جاتا ہے''۔ (سنن ابوداود/ 4404، سنن ترمذی/ 3332، سنن نسائی/ 1331، شیخ البانی اور شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

بینائی ختم ہوجانے پر صبر کا مظاہرہ: یوں تو تمام اعضاء جسمانی ایک انسان کے لئے الٰہی عطایا اور ہدایا ہیں لیکن انسانی جسم یا یوں کہیں کہ جاندار مخلوقات میں آنکھوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر انسان کے پاس آنکھ ہیں تو پھر وہ دنیا کی رنگینیوں، رعنائیوں اور سرسبز شادابیوں سے محظوظ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی انسان رب تعالی کے اس بیش بہا عطیہ سے محروم ہوتا ہے تو اس کے سامنے دنیا کی رونقیں، رعنائیاں، رنگینیاں، سرسبز شادابیاں اور فرحت بخش مناظر سب بے کار ہوتی ہیں۔ انسانی جسم میں آنکھ کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالی نے ایسے انسان کو جنت کا مژدہ سنایا ہے جو کہ بینائی کی محرومی پر صبر وشکر کا مظاہرہ کرتا ہے اور جزع فزع سے گریزاں ہوتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: اذا ابتلیت عبدی بحبیبتیہ فصبر عوضتہ منھما الجنۃ یعنی جب میں اپنے بندے کو اس کی دونوں سب سے پیاری چیز (آنکھوں) کے ذریعہ آزماتا ہوں اور وہ صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتا ہے تو میں ان دونوں کے بدلے اسے جنت عطا کروں گا۔ (صحیح بخاری/ 5329)

تنگ دست کو مہلت دی جائے: انسانی معاشرہ کا پہیہ باہمی تعاون کے بغیر چل پانا ناممکن ہے۔ آپسی معاملات کے وقت لوگوں کی حالتوں کا اعتبار کرتے ہوئے انہیں مہلت دینا اور اپنے حق کے مطالبہ میں نرمی اور خوش مزاجی کا مظاہرہ بے انتہاء ثواب کا حامل عمل ہے۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص مرنے کے بعد جنت میں داخل ہوا، اس سے دریافت کیا گیا کہ تم کونسا عمل کیا کرتے تھے۔ اس کو از خود یاد آ گیا یا اسے یاد دلایا گیا چنانچہ اس نے کہا: میں لوگوں سے مال بیچا کرتا تھا اور میرا طریقہ تھا کہ میں تنگ دستوں کو مہلت دیا کرتا تھا نیز تھیلے اور نقد میں موجود نقص سے چشم پوشی کیا کرتا تھا''۔ (صحیح مسلم/ 1560)

خرید و فروخت میں نرمی: اسلام کی نظر میں تجارت ایک قابل قدر پیشہ ہے، بشرطیکہ شریعت اسلامیہ نے تجارت کے جو اصول وضوابط اور آداب بتائے ہیں، انہیں ملحوظ رکھا جائے۔ تجارت کے دوران تاجروں اور اس پیشہ سے وابستہ لوگوں کو نرمی کی خصوصی تاکید کی گئی ہے تاکہ محتاجوں اور غریبوں کی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''غفر اللہ لرجل ممن کان قبلکم، کان سھلا اذا باع، سھلا اذا اشتری، سھلا اذا اقتضی'' یعنی اللہ تعالی نے ایک شخص کو بخش دیا جو تم سے پہلے تھا جو بیچتے وقت، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی کیا کرتا تھا''۔ (سنن ترمذی/ 1320، سنن ابن ماجہ/ 2203، یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھیں: صحیح الجامع/ 4162)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: '' أدخل اللہ عزوجل الجنۃ رجلا، کان سھلامشتریا و بائعا وقاضیاو مقتضیا'' یعنی ایک شخص تھا جو بیچتے، خریدتے، تقاضا کرتے اور تقاضا کئے جانے کے وقت نرمی کیا کرتا تھا، اللہ تعالی نے اس نیک خصلت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کردیا۔ (مسند احمد/ 410، سنن نسائی/ 4696، سنن ابن ماجہ/ 2202، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: صحیح الجامع/ 240، صحیح الترغیب والترھیب/ 1743)

سورۂ اخلاص پڑھنے پر مواظبت: سورہ اخلاص کو قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ عبادات اور اخلاقیات کو چھوڑ دیں تو عقائد کے اہم موضوع کا اس میں نہایت ہی عمدہ انداز میں تذکرہ ہے اور عقائد اسلامی کا نچوڑ اور بنیاد اس میں بیان کردیا گیا۔ یہ عظیم سورت بے پناہ فضائل کا حامل ہے۔ اگر کوئی شخص اسے برابر پڑھتا ہے اور اس پر مداومت برتتا ہے تو ایسے انسان کے لئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سورۃ "قل هو الله أحد" پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا: "اس شخص کے لئے واجب ہوگئی"۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: "جنت واجب ہوگئی"۔ (سنن ترمذی، شیخ البانی نے صحیح ترمذی/2829 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا: جب ہم مذہب اسلام کی تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو قدم قدم پر امن وآشتی اور صلح وصفائی پر آمادہ کرتا ہے۔ بھلا اس سے بڑی امن وآشتی اور صلح وصفائی کی کیا بات ہوسکتی ہے کہ آپ کو راستہ سے تکلیف دہ چیزوں مثلا کانٹا، نکیلے کیل پتھر وغیرہ کو ہٹانے کی تعلیم دی جائے اور اس پر جنت کی خوشخبری سنائی جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان شجرة كانت تؤذى المسلمين، فجاء رجل فقطعها فدخل الجنة" یعنی ایک درخت تھا جو مسلمانوں کے لئے باعثِ تکلیف بنا ہوا تھا۔ ایک شخص نے اسے کاٹ ڈالا تو اس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ (صحیح مسلم/1914)

تین بہنوں یا تین بیٹیوں کی پرورش: اہل عرب بیٹیوں اور بہنوں کو اپنے لئے باعث ننگ وعار سمجھا کرتے تھے اور ان کے ساتھ انتہائی غلط رویہ اپنایا کرتے تھے۔ انہیں زندہ درگور کردیا کرتے تھے، لیکن مذہب اسلام نے اپنی آمد کے اول دن سے خواتین کو معراج عطا کیا اور ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی، چاچی، دادی اور نانی تمام حیثیتوں میں خواتین کو عزت ومقام اور فضیلت بخشا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من كان له ثلاث بنات أو ثلاث أخوات، أو ابنتان أو أختان، فأحسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة" یعنی جس کسی کے بھی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں اور دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے اور ان کے تعلق سے اللہ تعالی سے خوف کھائے تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کردے گا"۔ (سنن ترمذی/1835، الادب المفرد/79، شیخ البانی نے اسے صحیحہ/4752 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

سلام پھیلانا اور مسلمانوں سے محبت کرنا: مذہب اسلام نے مسلمانوں کے کچھ باہمی حقوق متعین کئے ہیں اور دنیوی واخروی فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے رب تعالی نے ان حقوق کی ادائیگی کو تمام مسلمانوں پر واجب اور ضروری قرار دیا ہے۔ ایسے ہی حقوق میں سے ایک حق ہے کہ مسلمانوں کی جب باہم ملاقات ہو تو ایک دوسرے سے سلام کریں اور آباد وشاداب رہنے کی دعائیں دیں۔ یہ عمل اس قدر عظیم ہے کہ سلام پھیلانے والے شخص کے لئے جنت کا مژدہ جاں فزاں سنایا گیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لاتدخلون الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا أولا أدلكم على شئ اذا فعلتموه تحاببتم أفشوا السلام بينكم" یعنی تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم لوگوں کا ایمان اس وقت مکمل نہیں ہوسکتا جب تک باہم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیز نہ بتادوں کہ جسے تم کروگے تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگوگے؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔ (صحیح مسلم/۲۰۳)

بیوی کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا: زوجین کا رشتہ بے حد محترم اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ زوجین میں سے ہر ایک کو رب تعالی نے دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے اور دونوں کی علاحدہ اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں پر اپنے جیون ساتھی کے تئیں حقوق متعین کئے ہیں تاکہ میاں بیوی کا یہ خوشنما رشتہ امن وسکون اور چین وقرار کے ساتھ رواں رہے اور شادی ونکاح کے فضائل وفوائد اور فیوض وبرکات سے خود کو معطر ومظفر کرتا رہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحصنت فرجها وأطاعت بعلها دخلت من أى أبواب الجنة شاءت" یعنی اگر کوئی عورت پنجگانہ نمازیں پڑھتی رہے، ماہ رمضان کے روزے رکھتی ہے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتی ہے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔ (صحیح ابن حبان/1296، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح الجامع/660 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے گریز: مذہب اسلام معاشرہ کے ہر فرد کو معاشی طور پر مستحکم دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو جائز پیشہ اور حلال ذریعہ معاش کے اختیار پر ابھارتا ہے بلکہ اس کے بے شمار اور ان گنت فضائل بیان کرتا ہے۔ مذہب اسلام نے جہاں ایک طرف پیشہ کے اختیار، محنت ومشقت اور فن کاری پر ابھارا ہے، وہی دوسری طرف دست سوال دراز کرنے اور بھیک مانگنے جیسے عادات سیئہ وقبیحہ کی مذمت کرتا ہے اور اس سے باز رہنے والے حضرات کو جنت کی گارنٹی عطا فرماتا ہے۔ ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من يكفل لى أن لا يسأل الناس شيئا، أتكفل له الجنة" یعنی جو مجھے اس بات کی گارنٹی دے دے کہ وہ

لوگوں سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کرے گا تو میں اس کے لئے جنت کی خوشخبری لیتا ہوں۔(سنن ابوداود/ 1643، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک: ایک انسان کے لئے ماں باپ عقیدت واحترام کا مرجع ہوا کرتے ہیں کیونکہ یہ والدین ہی ہیں جو اس کے عدم سے وجود کا سبب بنتے ہیں اور ہر طرح کے سرد گرم اور حالات کی ناسازی کو برداشت کرنے کے بعد اس کی پرورش وپرداخت کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام نے والدین کو محترم قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے انسان کو دخول جنت کی خوشخبری بھی سنایا ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”رغم انف، رغم أنف، رغم أنف من أدرک والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما فلم يدخل الجنة“یعنی اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بوڑھاپے میں پالے اور پھر بھی وہ جنت میں داخل نہ ہو پائے۔(صحیح مسلم/ 2551)

دل کی درستگی: تزکیہ وطہارت اور صفائے قلب ہر انسان سے مطلوب ہے کیونکہ یہ چیزیں بنی نوع انسان کی شخصیت کے نکھار کے اہم اسباب میں سے ہیں۔یہی نہیں، بلکہ دل کی پاکی وصفائی اور تزکیہ وطہارت شریعت اسلامیہ کی نظر میں فضیلت یافتہ عمل ہیں۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:”ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی شخص نمودار ہوگا“۔اتنے میں ایک انصاری صحابی اپنے داڑھی سے وضو کے پانی کو جھاڑتے ہوئے سامنے آئے۔وہ اپنی دونوں جوتیوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھے۔دوسرے دن بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کی بات کہی۔ادھر پہلی مرتبہ کی طرح وہی انصاری صحابی نمودار ہوئے۔تیسرے دن بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات دہرائی۔اس بار بھی وہی آدمی نمودار ہوا۔جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اس شخص کا پیچھا کیا اور اس سے کہا: میرا اپنے والد سے بحث ومباحثہ ہوگیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ تین روز تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔اگر ہوسکے تو آپ اپنے پاس مجھے جگہ دے دیں تاکہ قسم کے یہ تین دن گزار سکوں۔اس شخص نے اس درخواست کو قبول فرمالیا۔انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ انہوں نے یہ تین راتیں اس کے یہاں گزاریں۔وہ تہجد کی نماز نہیں پڑھا کرتا تھا البتہ رات میں وہ جب کبھی گھبراتا تھا یا کروٹ بدلتا تھا تو تسبیح و تحمید کرتا تھا۔فجر کے وقت تک اس شخص کی یہی حالت ہوا کرتی تھی۔عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس دوران میں نے اس سے بھلی بات ہی سنی۔جب تین راتیں گزریں، میں اس کے عمل کو معمولی اور کم سمجھتا رہا۔میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے اپنے والد کے درمیان کسی طرح کی کوئی ناچاقی یا ترک تعلق نہیں تھا۔مسئلہ صرف اتنا تھا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ فرماتے ہوئے سنا:”تمہارے سامنے ایک جنتی ظاہر ہوگا“۔اور تینوں بار آپ ہی ظاہر ہوئے تو میں نے چاہا کہ آپ کے پاس رہ کر آپ کے اعمال پر آگاہی حاصل کروں اور انہیں انجام دیا کروں لیکن میں نے اس دوران آپ کو زیادہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔آخر یہ تو بتائیے کہ کس عمل کے عوض وہ مقام ومرتبہ حاصل ہوا جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔اس نے کہا: بس وہی اعمال ہیں جن کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اس کی اتنی سی باتیں سننے کے بعد واپس لوٹنے لگا تو اس نے مجھے بلایا اور کہا: اعمال تو وہی ہیں البتہ ایک چیز یہ ہے کہ میں کسی مسلمان کو حاصل خیر کے سلسلے میں اپنے دل میں حقد وحسد نہیں رکھتا۔یہ سن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسی خوبی کی وجہ سے تمہیں یہ کامیابی حاصل ہوئی ہے اور یہی وہ خوبی ہے جس کی طاقت ہمارے اندر موجود نہیں ہے۔(مسند بزار/ ۲۰/ ۳۲۶، شعب الایمان/ 819، **كتاب الزهد لعبدالله بن احمد بن حنبل**/ 694، مصنف عبدالرزاق/ 20559، اس حدیث کی تصحیح وتضعیف کے تعلق سے محققین علمائے کرام کا شدید اختلاف ہے۔امام ہیثمی، امام منذری اور امام بوصیری صحیح قرار دیا ہے اور شیخ البانی نے پہلے اسے صحیح قرار دیا تھا۔(ملاحظہ ہو: **مجمع الزوائد**/ 8179، **الترغيب والترهيب** ۳/ ۳۴۸، **اتحاف الخيرة المهرة** ۶/ ۲۵، ضعیفہ ۱/ ۲۵) نیز متعدد علمائے کرام نے اسے ضعیف قرار دیا ہے جن میں امام دارقطنی نے کتاب العلل ۱۲/ ۲۰۴ میں، حافظ حمزہ کنانی نے تحفۃ الاشراف ۱/ ۳۹۰ میں، امام بیہقی نے شعب الایمان ۵/ ۲۶۴-۲۶۵ میں، حافظ ابن حجر نے النکت الظراف ۱/ ۳۹۴ میں اور اخیر قول کے مطابق شیخ البانی نے ضعیف الترغیب والترہیب ۲/ ۲۴۷ میں ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے تعلق سے راجح قول یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ امام زہری کے بعد جس مجہول راوی کو سبب بتا کر حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے بعض جگہوں پر امام زہری نے انس رضی اللہ عنہ سے سماع کی صراحت کی ہے تو ہوسکتا ہے کہ پہلے پہل امام زہری نے کسی واسطہ سے اس حدیث کو روایت کیا تھا جیسا کہ شعب الایمان اور مسند بزار میں ہے لیکن بعد میں انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سماع حاصل کرلیا

اور پھر اسے مباشرۃ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے لگے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق اور کتاب الزہد میں موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أن رجلا رأى كلبا يأكل الثرى من العطش، فأخذ الرجل خفه فجعل يغرف له به حتى أرواه، فشكر الله له به حتى أرواه فشكر الله له فأدخله الجنة" یعنی ایک آدمی نے ایک کتے کو پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹتے دیکھا تو اس نے اپنا موزہ لیا اور اسے بھگو کر پلانے لگا یہاں تک کہ کتا سیراب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عمل کو قبول فرمایا اور اسے جنت میں داخل کر دیا"۔ (صحیح بخاری/170، صحیح مسلم/2244)

فجر اور عصر کی نمازوں کا اهتمام: مذہب اسلام کی دوسری بنیاد پنجگانہ نمازیں ہیں۔ ان میں سے صلاۃ فجر اور صلاۃ عصر کی جو فضیلت ہے وہ کسی دوسری نماز کو حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں نمازیں انسانی نفس پر سب سے زیادہ گراں گزرتی ہیں۔ صبح کے وقت نرم و گداز بستر چھوڑ کر سردی اور گرمی برداشت کر کے مسجد پہنچنا ہوتا ہے جبکہ عصر کا وقت عموماً قیلولہ اور آرام کا ہوتا ہے اور لوگ اس وقت بھی اپنے بستروں میں ہوتے ہیں۔ ابو بکر بن موسیٰ اپنے والد گرامی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من صلى البردين دخل الجنة" یعنی جو دو ٹھنڈے اوقات کی نمازوں (فجر اور عصر) کو اہتمام کے ساتھ پڑھے گا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری/549، صحیح مسلم/1050)

زبان اور شرم گاہ کی حفاظت: جسم انسانی میں زبان اور شرم گاہ کی اہمیت کا اندازہ کسی سے مخفی نہیں۔ ایک انسان اگر ان دونوں چیزوں کو کنٹرول میں رکھتا ہے تو چین و سکون کی زندگی بسر کرتا ہے لیکن اگر انہیں بے لگام چھوڑ دیتا ہے تو پھر ہر طرح کے مصائب و مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من يضمن لي ما بين لحييه و ما بين رجليه أضمن له الجنة" یعنی جو اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان موجود چیز اور اپنے دونوں قدموں کے درمیان کی چیز کی مجھے گارنٹی دے دے، میں اس کے لئے جنت کی گارنٹی دیتا ہوں"۔ (صحیح بخاری/6109)

"سبحان الله العظيم وبحمده" کا ورد: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من قال سبحان الله العظيم وبحمده غرست له نخلة في الجنة" یعنی جو کوئی شخص "سبحان الله وبحمده" پڑھتا ہے، اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگایا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی/3464، حافظ ابن حجر نے نتائج الأفکار ۱/۱۰۴ میں اسے حسن قرار دیا ہے اور شیخ البانی نے صحیحہ/64 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

حدیث میں درج چھ نیک اعمال: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اضمنوا لي ستا من أنفسكم، أضمن لكم الجنة: اصدقوا اذا حدثتم، وأوفوا اذا وعدتم، وأدوا اذا اؤتمنتم، واحفظوا فروجكم و غضوا أبصاركم وكفوا أيديكم" یعنی تم لوگوں اپنے نفسوں کے تعلق سے مجھے چھ باتوں کی گارنٹی دے دو، میں تم لوگوں کو جنت کی گارنٹی دے دیتا ہوں۔ جب گفتگو کرو تو سچ بولو، وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو، اپنی نگاہوں کو پست رکھو، اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور اپنے ہاتھوں کو کنٹرول میں رکھو"۔ (مسند احمد/۲۳۴۲۸)

درج ذیل حدیث میں مذکور نیکیوں کی انجام دهی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "آج تم میں سے کس نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے؟" ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: "آج تم میں سے کون کسی جنازے میں شریک ہوا ہے؟" ابو بکر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: "آج تم میں سے کس نے مریض کو کھانا کھلایا ہے؟" ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ یہ سن کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہوئے: "یہ تمام خوبیاں جس کسی آدمی جمع ہو جائیں گی، وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ (صحیح مسلم/۲۴۲۱-۶۳۳۳)

درج ذیل نیکیوں کی انجام دهی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أيها الناس! أفشوا السلام و أطعموا الطعام وصلوا بالليل و الناس نيام، تدخلوا الجنة بسلام" یعنی اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور لوگ جب سو رہے ہوں، تہجد کی نماز پڑھو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (سنن ترمذی/۲۶۷۳)

یہ رہے دخول جنت کے بعض اسباب و ذرائع، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہمیں ان کاموں کو کرنے کی توفیق بخشے اور کتاب و سنت کے موافق ہماری زندگی سنوار دے تاکہ کل بروز قیامت ہمارا معاملہ آسان ہو سکے اور رب تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق ٹھہر سکیں اور جنت ہمارا ماویٰ و مسکن ہو سکے۔

☆☆☆

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل المدنی، مدرس مسجد نبوی شریف

وہ مسائل جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں وبیاں ہوجاتی ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کواتحاد واتفاق کا درس دیا ہے، اور ہر طرح کے اختلاف وتنازع سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا‘‘۔(آل عمران:۱۰۳) اللہ کی رسی کومضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور آپس میں اختلاف نہ کریں۔

مذہب اسلام کا اہم ترین اصول یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔’’ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما : کتاب الله وسنة نبيه‘‘(موطا الامام مالک حدیث:۳۳۳۸، ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:’’قال مالک فی الجامع: أنه بلغه أن رسول الله. صلى الله عليه وسلم . قال ذالک، وأسنده ابن عبدالبر من طريق: كثيربن عبدالله بن عمرو بن عوف، عن ابيه، عن جده، مثله سواء، فالظاهر أن مالكا أخذه عنه‘‘ اور شیخ البانی نے مشکاۃ المصابیح میں اس حدیث کوحسن قرار دیا ہے، المشاۃ حدیث:۱۸۶)

دین اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے، اس لیے دین کے مکمل ہوجانے کے بعد اس میں قیامت تک کسی قسم کے حذف واضافہ، نسخ وترک کی کوئی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:’’اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا‘‘۔المائدۃ:۳)اسی طرح دین اسلام اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے، اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ‘‘(الحجر:۹)

اس مختصر سی تمہید کے بعد ذیل کے سطور میں ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ وہ کون کون سے مسائل ہیں جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن پھر بھی لوگوں نے انہیں اختلافی مسائل بنا ڈالا ہے، جبکہ قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ایسے مسائل میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو دلیل قرآن کریم یا صحیح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں، اور ان دلائل کا کوئی صحیح معارض بھی نہ ہو۔

ذیل میں اس نوع کے کچھ اہم مسائل پیش کئے جارہے ہیں جو صحیح ثابت دلائل سے ثابت ہیں اور ان میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن پھر بھی بعض لوگوں نے ان مسائل میں اختلاف کرنے اور انہیں اختلافی مسائل بنانے کی سعی پیہم کی ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار یا ان میں بیجا تاویل: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات قرآن وصحیح سنت رسول سے ثابت ہیں، اہل سنت والجماعت انہیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت مانتے ہیں، قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:’’وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اَسۡمَآئِهٖ سَیُجۡزَوۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ‘‘۔(الاعراف:۱۸۰)اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:’’قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا‘‘(لاسراء:۱۱۰)اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:’’ان لله تسعة وتسعين اسما مائة الا واحدا، من احصاها دخل الجنة‘‘(صحیح بخاری حدیث:۲۷۳۶)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات قرآن وصحیح حدیث سے ثابت ہیں، ائمہ عظام انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں اور ان دلیلوں کا کوئی صحیح معارض بھی نہیں ہے، اس کے باوجود بہت سارے لوگوں نے ان میں اختلاف کی کوشش کی ہیں، کچھ لوگوں نے ان کا صاف انکار کردیا ہے تو کچھ نے ان میں بیجا تاویل کی کوشش کی ہیں جو غیر معقول اور صحت سے کوسوں دور ہے، اور ان میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲- یوم آخرت سے متعلق بہت سارے حقائق ثابتہ میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں، مثال کے طور پر صراط، میزان وغیرہ وغیرہ، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا‘‘(مریم:۷۱)اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح روایت کے اندر یوم آخرت کے بہت سارے حقائق کا ذکر فرمایا ہے:’’فعن ابی هريرة: ان الناس قالوا: يا رسول الله، هل نرى ربنا يوم القيامة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”هل تضارون فى القمر ليلة البدر؟“، قالوا: لا يا رسول الله، قال: ”فهل تضارون فى الشمس، ليس دونها سحاب؟“، قالوا: لا يا رسول الله، قال: ”فانكم ترونه كذلك“، يجمع الله الناس يوم القيامة، فيقول: من كان يعبد شيئا فليتبعه، فيتبع من كان يعبد الشمس الشمس، ويتبع من كا يعبد القمر القمر، ويتبع من كان يعبد الطواغيت الطواغيت، وتبقى هذه الامة فيها شافعوها أو منافقوها. شک ابراهيم. ، فيأتيهم الله فيقول: أنا ربكم، فيقولون: هذا مكاننا حتى ياتينا ربنا، فاذا جاء نا ربنا عرفناه،

فیـاتيهم الله فى صورته التى يعرفون، فيقول: انا ربكم، فيقولون: انت ربـنـا فيتبـعـونه، ويضرب الصراط بين ظهرى جهنم، فأكون انا وامتى اول مـن يجيزها، ولا يتكلم يومئذ الا الرسل، ودعوى الرسل يومئذ: الـلهم سلم سلم، وفى جهنم كلاليب مثل شوک السعدان، هل رأيتم السعدان؟ ، قالوا: نعم يا رسول الله، قال: فانها مثل شوک السعدان، غير انه لا يعلم ما قدر عظمها الا الله، تخطف الناس بأعمالهم، فمنهم الـموبق بقى بعمله، او الموثق بعمله، ومنهم المخردل، اوالمجازى، أو نحوه، ثم يتجلى، حتى اذا فرغ الله من القضاء بين العباد، وأراد ان يخرج برحمته من اراد من اهل النار، أمر الملائكة ان يخرجوا من النار، من كان لا يشرک بالله شيئا، ممن اراد الله ان يرحمه، ممن يشهد ان لا اله الا الله، فيعرفونهم فى النار باثر السجود، تأكل النار ابن آدم الا اثر السجود، حرم الله على النار أن تأكل اثر السجود، فيخرجون من النار، قد امتحشوا، فيصب عليهم ماء الحياة، فينبتون تحته كما تنبت الحبة فى حميل السيل، ثم يفرغ الله من القضاء بين العباد، ويبقى رجل منهم مقبل بوجهه على النار، هو آخر اهل النار دخولا الجنة، فيقول: أى رب اصرف وجهى عن النار، فانه قد قشبنى ريحها، واحرقنى ذكاؤها، فيدعو الله بما شاء ان يدعوه، ثم يقول الله: هل عسيت ان أعطيتک ذلک أن تسالنى غيره؟ فيقول: لا، وعزتک لا أسالک غيره، ويعطى ربه من عهود ومواثيق ما شاء، فيصرف الله وجهه عن النار، فاذا أقبل على الجنة ورآها سکت ما شاء الله أن يسکت، ثم يقول: أى رب، قدمنى الى باب الجنة، فيقول الله له: ألست قد أعطيت عهودک ومواثيقک أن لا تسالنى غير الذى أعطيت ابدا؟ ويلک يا ابن آدم ما أغدرک، فيقول: اى رب، ويدعو الله، حتى يقول: هل عسيت ان أعطيت ذالک ان تسال غيره؟ فيقول: لا وعزتک، لا أسالک غيره، ويعطى ما شاء من عهود و مواثيق، فيقدمه الى باب الجنة، فاذا قام الى باب الجنة، انفهقت له الجنة، فرأى ما فيها من الحبرة والسرور، فيسکت ما شاء الله أن يسکت، ثم يقول: أى رب، أدخلنى الجنة، فيقول الله: الست قد أعطيت عهودک ومواثيقک ان لا تسال غير ما أعطيت؟ فيقول: ويلک يا ابن آدم ما اغدرک، فيقول: اى رب، لا اکونن أشقى خلقک فلا يزال يدعو حتى يضحک الله منه، فاذا ضحک منه، قال له: ادخل الجنة، فاذا دخلها قال الله له: تمنه، فسال ربه وتمنى، حتى ان الله ليذكره، يقول كذا وكذا، حتى انقطعت به الامانى، قال: الله ذلک لک، ومثله معه". (صحيح بخارى حديث: ۷۴۳۷)

اس طویل حدیث میں قیامت کے بہت سارے حقائق بیان کئے گئے ہیں:

۱-رویت الٰہی ۲-شفاعت ۳-جنت وجہنم ۴-صراط

اگر چہ یہ مسائل صحیح احادیث سے ثابت ہیں پھر بھی بعض لوگوں نے ان میں اختلاف کر کے اورانہیں اختلافی مسائل بنا کران کا انکار کرنے کی کوشش کی۔

۳-قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ''۔(التوبہ:۶) اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:''عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ'' (الرحمٰن:۲-۴) ان تمام دلائل اور اہل سنت وجماعت کے اجماع کے بعد بھی قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام نہ ماننا، اوراسے مخلوق سمجھنا صحیح ودرست نہیں ہے، اوراس طرح کے مسائل میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۴-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، واضح طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا''(الکہف:۱۱۰) اوراللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے۔''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ''(فصلت:۶)، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعدد احادیث میں فرماتے ہیں:''انما انا بشر، وانه ياتينى الخصم، فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض، فاحسب انه صدق، فاقضى له بذلک، فمن قضيت له بحق مسلم، فانما هى قطعة من النار، فلياخذها أو فليتركها'' (صحیح بخاری:۲۴۵۸) ان تمام صحیح دلیلوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ ماننا، اوران کے بارے میں نور من نور اللہ کا اعتقاد رکھنا، کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے، اورنہ ہی یہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے۔

۵-قرآن وحدیث میں متعدد انداز سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیب کا علم صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ متعدد آیات کے اندر فرماتا ہے کہ عالم الغیب والشہادہ صرف اورصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ'' (المومنون:۹۲) اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ''(النمل:۶۵)

اوراسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ''(الانعام:۵۰) اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون" (الاعراف:۱۸۸) ان تمام دلیلوں کے باوجود یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، کفریہ اعتقاد ہے اور یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے اور ساتھ ہی اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش بھی نہیں ہے۔

۶-شریعت اسلامیہ نے امت محمدیہ کو اتباع سنت کا حکم دیا ہے اور بدعت و خرافات سے روکا ہے لیکن پھر بھی بعض لوگوں نے دین کے اندر نئی ایجاد کر کے انہیں شرعی مسئلہ بنالیا ہے، جبکہ ان بدعات وخرافات کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

أ-ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا اور اسے باعث اجر وثواب سمجھنا۔

ب-میت کے لیے گیارہویں شریف، بارہویں شریف، برسی شریف کا اہتمام کرنا۔

ت-نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام آنے پر انگوٹھا چومنا۔

ث-قبروں پر چادر چڑھانا۔

ج-میت کے لیے وہ اعمال کرنا جو دلیل سے ثابت نہ ہوں۔

ح-پیر فقیر کے ہاتھ پر بعیت کرنا، جبکہ بیعت صرف امام المسلمین ہی کے لیے جائز ہے۔

خ-غیر اللہ سے فریاد کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا۔ جو شرک اکبر ہے۔

د-اہل قبور سے فیض وتبرک حاصل کرنا۔

ان تمام اعتقادات کا تعلق بدعت سے ہے، کیونکہ یہ عقائد نہ کتاب اللہ سے ثابت ہیں اور نہ ہی سنت رسول اللہ اور سنت صحابہ سے اور اسی طرح کے مسائل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من احدث فی امرنا هذا ما ليس فيه، فهو رد" (صحیح بخاری حدیث:۲۶۹۷)

۷-نص قطعی سے سود حرام ہے، فرمان الٰہی ہے: "واحل اللہ البیع وحرم الربوا" (البقرہ:۲۷۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ عن جابر، "قال: لعن رسول الله صلى الله عليه اكل الربا، وموكله، وكاتبه، وشاهده، وقال: هم سواء" (صحیح مسلم حدیث:۱۵۹۸) اس کے باوجود کچھ لوگوں نے بینک کے سود کے بارے میں جواز کا فتویٰ دے کر اسے اختلافی مسئلہ بنا ڈالا، جب کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی صورت نہیں بنتی۔

۸-حلالہ ایک معلون شئی ہے۔ عن عبداللہ بن مسعود قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحل والمحلل له: قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح "سنن ترمذی حدیث:۱۱۲۰، اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن پھر بھی بعض علماء نے نکاح حلالہ کو جائز قرار دیا اور اس واضح لعنتی مسئلے میں اختلاف کی گنجائش نکال لی، جبکہ اس طرح کے مسئلے میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۹-میوزک اور گانے کی حرمت پر صحیح صریح دلیل موجود ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذها هزوا اولئک لهم عذاب مهین" (لقمان:۶)

آیت میں "لهو الحدیث" سے مراد گانے بجانے اور اس کے آلات اور موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسان کو خیر سے غافل کردے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فعن ابی مالک الاشعری، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ليشربن ناس من امتي الخمر، يسمونها بغير اسمها، يعزف على رؤسهم بالمعازف، والمغنيات، يخسف الله بهم الارض، ويجعل منهم القردة والخنازير" (سنن ابی ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث-۴۰۲۰، شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے پھر بھی بعض لوگوں نے اسے اختلافی مسئلہ بنا کر جواز کا فتوی ٹھوک دیا ہے۔

۱۰-نماز تحیۃ المسجد ثابت ہے، حتی کہ جمعہ کے دن اگر امام خطبہ دے رہے ہوں اور کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنی چاہئے، اس مسئلہ میں دلیل قائم ہے، عن جابر بن عبدالله، قال: كان لي على النبي صلى الله عليه وسلم دين، فقضاني وزادني، ودخلت عليه المسجد، فقال لي: "صل ركعتين" (صحیح مسلم حدیث:۷۱۵) وعن عمرو، سمع جابر بن عبدالله، يقول: دخل رجل المسجد، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعه، فقال: "اصليت؟" قال: لا، قال: قم فصل الركعتين وفي رواية قتيبة، قال: "صل ركعتين" (صحیح مسلم حدیث: ۸۷۵) لیکن اس کے باوجود اس مسئلے میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، جبکہ اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۱۱-متعدد صحابہ کرام سے نماز میں مختلف مقامات پر رفع الیدین ثابت ہے، اور اس کے منسوخ اور ترک کی کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے، فعن عبدالله، عن ابيه، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلاة، واذا كبر للركوع، واذا رفع راسه من الركوع، رفعهما كذلك ايضا، وقال: سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد، وكان لا يفعل ذلك في السجود" (صحیح بخاری:۷۳۵) "وعن ابي قلابة، انه راى مالك بن الحويرث "اذا صلى كبر ورفع يديه، واذا اراد ان يركع رفع يديه، واذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه" وحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع هكذا" (صحیح بخاری: ۷۳۷) پھر بھی کچھ لوگوں نے اس عظیم سنت کو ترک کر کے اسے اختلافی مسئلہ بنا دیا ہے جبکہ اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۱۲-عورتوں کا مسجد میں آنا نص قطعی سے ثابت ہے" عن ابن عمر، قال: كانت امراة لعمر تشهد صلاة الصبح والعشاء في الجماعة في المسجد، فقيل لها: لم تخرجين وقد تعلمين ان عمر يكره ذلك ويغار؟ قالت وما يمنعه ان ينهاني؟ قال: يمنعه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تمنعوا اماء الله مساجد الله" (صحیح بخاری حدیث:۹۰۰)

اورصحابہ کرام ایسے لوگوں پر غضبناک ہوجاتے تھے جو عورتوں کومسجد سے روکتے، فعن ابن عمر، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تمنعوا اماء الله ان يصلين في المسجد، فقال ابن له: انا لنمنعهن، فقال: فغضب غضبا شديدا، وقال: احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول: انا لنمنعهن ؟(سنن ابن ماجہ حدیث:۱۶،شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۳-عیدین کی نماز کے لیے عورتوں کا عیدگاہ جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے، بلکہ جانے کا حکم بھی دیا گیا ہے، عن ام عطية، قالت: امرنا ان نخرج الحيض يوم العيدين، وذوات الخدور فيشتهدن جماعة المسلمين، ودعوتهم ويعتزل الحيض عن مصلاهن، قالت امراة: يا رسول الله احدانا ليس لها جلباب؟ قال: "لتلسبها صاحبتها من جلبابها" لیکن افسوس صد افسوس کہ بعض لوگوں نے اسے بھی اختلافی مسئلہ بنالیا ہے،جس کی دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے" عن ابی ايوب الانصاری رضی الله عنه، انه حدثه، ان رسول الله صلى عليه وسلم قال: "من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال، كان كصيام الدهر "(صحیح مسلم حدیث:۱۱۶۴) لیکن بعض لوگوں نے اسے بھی اختلافی مسئلہ بنالیا ہے،جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ان تمام تر مسائل کے بعد یہاں یہ ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں کچھ ایسے مسائل ہیں جن میں اختلاف کی گنجائش ہے، یہ وہ مسائل ہیں جن میں قرآن یا سنت صحیحہ سے کوئی نص وارد نہ ہو، یا نص ایک سے زیادہ معانی کا متحمل ہو، یا جس حدیث سے استدلال کیا جارہا ہے اس حدیث کی صحت وضعف میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہو، یا وہ مسئلہ جس میں اختلاف ہورہا ہے وہ اجتہادی مسائل میں سے ہوں، اگر کسی مسئلہ کا تعلق متذکرہ بالا امور میں سے ہو تو اس میں اختلاف کی گنجائش ہے، البتہ ایسے مسائل میں بھی ہم آنکھ بند کرکے کسی کے قول کو نہیں مان لیں گے، بلکہ ایسے مسائل میں بھی جس عالم کا قول قرآن وصحیح حدیث سے زیادہ قریب ہوگا اسی قول کو ماننا اور عمل کرنا ہمارے اوپر واجب ہوگا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ! تو ہم تمام مسلمانوں کو قرآن اور صحیح احادیث کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اختلاف اور تفرقہ بازی سے بچالے، دین کی صحیح سمجھ عطا فرما، دلیل کے ساتھ چلنے اور دلیل کو ہر چیز پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرما۔

وما توفيقي الا بالله وعليه توكلت واليه انيب، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين. ☆☆

ا-جامعة المفلحات کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ (2) .L.K.G تا X مع متوسطہ وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2) **جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد،لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ (3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔ فون نمبر: 9133428476/9502089170

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد ،لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

(5) **مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔ انگلش میڈیم۔ جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات (1) حفظ وناظرہ (2) .L.K.G تا x مع دینیات فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

ایفائے عہد۔مومن کا شعار

احمد ایم عمری، وجے واڑہ

آج معاشرہ میں اخلاقی برائیاں جسمانی بیماریوں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں بدعہدی اور وعدہ خلافی ان میں سے ایک ہے۔لوگ تو لوگ مگر مسلمان بلکہ اہل حدیث بھی اس مرض کے شکار ہیں، اس کے کئی اسباب ہیں، جہالت ونادانی کو ہم اہم سبب گردانتے ہیں۔اس لئے کہ یہ ایک وسیع المفہوم کلمہ ہے۔تاہم وعدے کی اہمیت سے جہالت، مذمت بدعہدی سے جہالت، عنداللہ بازپرس سے جہالت اور معاشرہ وایمان پر اس کے اثرات سے جہالت وغیرہ چونکہ یہ اخلاقی برائی ہے اس پر آدمی کا حلیہ لباس وپوشاک اقتصادی حیثیت اور انداز گفتگو وقتی طور پر پردہ ڈال سکتیں، لیکن حقیقت میں پردہ ایک دن چاک ہوجائے گا۔اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف ذاتی بدنامی بلکہ معاشرتی، دینی وملی بدنامی رونما ہوگی۔اور جناب آج ہماری حالت ہیہات ہیہات لما توعدون پر پہنچی ہے۔

محترم ناظرین! دین اسلام میں وعدہ عہد اور میثاق وغیرہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اتمام وعدہ، ایفائے عہد اور اتخاذ میثاق جیسے الفاظ قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔اس کے برعکس اخلاف وعدہ نقض عہد اور قطع میثاق جیسے الفاظ بھی ہم کو ملتے ہیں۔اس سلسلہ کی چند آیات شریفہ ذیل میں دی جاتی ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (فتح:۲۹) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے، اللہ نے ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (انبیاء:۱۰۴) ہم پر وعدہ ہے۔یقیناً ہم سچ مچ ایسے ہی کریں گے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ (طٰہٰ:۸۶) حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے پوچھا اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا؟ کیا اس پر ایک لمبی مدت گزری یا آپ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اپنے اوپر اللہ کا غضب نازل ہو پس تم لوگوں نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ (ابراھیم:۲۲)

قیامت کے دن جب پورا فیصلہ ہوچکا ہوگا، شیطان کہے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو سچا وعدہ کیا۔اور میں نے بھی وعدہ کیا لیکن وعدہ خلافی کی۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (الحج:۴۷) یہ لوگ عذاب کے بارے میں جلدی کرتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرتا۔

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمُ اَلنَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (الحج:۷۲)

آپ فرمادیجئے! کیا میں آپ کو اس سے بری چیز کی خبر دوں؟ جہنم جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کیا ہے۔(اور) یہ برا ٹھکانہ ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (اسراء:۳۴)

عہد کو پورا کرو کیونکہ قیامت میں عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (النحل:۹۱) جب آپ وعدہ کئے ہیں تو اللہ کے وعدے کو پورا کرو اور پوری تاکید کے ساتھ حلف اٹھائے ہیں تو اس کو مت توڑو۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ:۴۰)

اے بنی اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کیا اور میرے عہد کو پورا کروگے تو میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (انبیاء:۱۰۳)

یہ وہی دن ہے جس کا آپ لوگوں کو وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ (ذاریات:۵)

جس کا تم وعدہ کئے جاتے ہو وہ سچ ہے۔

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (مومنون:۸۳)

بلاشبہ ہم اور اس سے قبل اپنے باپ دادا وعدے کئے گئے۔یہ صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (البقرہ:۱۷۷) (مومن کی نشانیوں میں سے ہے اور وہ لوگ جب عہد کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (ھود:۸۱) یقیناً آپ لوگوں کے وعدے کا وقت صبح ہے۔کیا صبح قریب نہیں ہے۔

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ (مومنون:۸) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی نگرانی کرتے ہیں۔

اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَلَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ (الرعد:۲۰) صرف عقل مند حضرات ہی نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قطع میثاق نہیں کرتے۔

وَاِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰۤی اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَةً ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ (البقرہ:۵۱) اور ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر تم نے بچھڑے کو اپنا معبود ٹھہرا لیا۔ بَلۡ لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ یَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡئِلًا (الکہف:۵۸) بلکہ ان لوگوں کے لئے ایک وعدے کا وقت مقرر ہے جب وہ صادر ہوگا تو وہ ہرگز نہیں پائیں گے بچنے کی جگہ۔

فَاجۡعَلۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَکَانًا سُوًی (طہ:۵۸) فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا ہمارے اور آپ کے بیچ ایک وقت مقررہ کی تعیین کیجئے جب ہم اور آپ بغیر خلاف کئے اس مکان میں جمع ہوسکیں۔

ارے صاحب! ہم نے پڑھتے پڑھتے قرآن شریف کی کافی آیات پڑھ لی اور بھی آیات ہیں ہم نے بغرض اختصار انہیں قلم انداز کیا ہے۔ مگر یہاں چند آیات شریفہ ایسی بھی ہیں جن میں ''الوعد'' اسماء قیامت کے طور پر مستعمل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ویقولون متی هذا الوعد ان کنتم صادقین (یسین، ملك)

یہ لوگ پوچھتے ہیں قیامت کب ہے اگر آپ سچے ہیں؟

خیر وعدہ کرنا چونکہ زبانی حرکت ہے آسان ہے مگر اس کو نباہنا عملی زندگی سے متعلق ہے جو نسبتاً مشکل ہے۔ ہم روزمرہ کی زندگی میں اپنے بڑوں کو وعدہ کرتے دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رہے، یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ جھوٹے وعدے کبھی بھی بر آنے کو نہیں۔ اپنے لوگوں کے لئے وعدوعہد جیسے الفاظ بے پایہ و بے معنی ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے احباب کو یہ کہتے سنتے ہیں، میں تو وعدہ نہیں کرتا۔ یہ تو بڑے لوگوں کا کام ہے۔ ان شاء اللہ آپ کا کام حتی المقدور کرنے کی کوشش کروں گا وغیرہ۔ مناسب ہے اس موقعہ پر سیرت پاک سے کچھ مزید معلومات حاصل کریں۔

عبداللہ بن ابی الخنساء سے آنحضور ﷺ نے ایک مرتبہ وعدہ کیا تھا کہ فلاں جگہ ملیں گے۔ حسب میعاد رسول اللہ ﷺ حاضر ہوگئے۔ لیکن عبداللہ تجارتی کاروبار میں پھنس کر وعدہ بھول گئے۔ تین دن بعد عبداللہ کو اس کی یاد آئی تو وہ تیزی سے لپکے اور رسول اللہ ﷺ کو وہاں موجود پایا۔ وہ شرمندہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں برا بھلا تو نہیں کہا لیکن اتنا ضرور فرمایا ''عبداللہ! تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ میں تین دن سے آپ کے انتظار میں رہا''۔

اسی قسم کا ایک اور دلچسپ واقعہ سیرت کے اوراق سے!

جنگ بدر ایسے حالات میں پیش آئی جبکہ اسلامی لشکر کو ایک جاں باز کی سخت ضرورت تھی، ایسے نازک موقعہ پر مکہ میں مقیم حذیفہ بن الیمان اور ان کے والد حسیل بن جابر لشکر اسلام میں شرکت کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کفار نے انہیں روک لیا اور کہا:

تم محمد کی مدد کے لئے جارہے ہو، نہیں ہم تو مدینہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تو عہد کرو کہ تم جنگ میں شریک ہوکر محمد کی مدد نہیں کروگے۔

یہ دونوں عہد کر، کفار کے پنجہ سے نکل، دربار رسالت (میدان بدر) میں حاضر ہوتے ہیں اور ماجرہ کہہ سناتے ہیں۔ ساعت ماجرہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصرفا نفی لعهدهم ونستعين الله عليهم تم دونوں لوٹ جاؤ، ہم ان کے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

محترم! سید سلیمان ندوی رحمت عالم میں رقم طراز ہیں۔ جو وعدہ فرماتے تھے اسے پورا کرتے تھے کبھی بدعہدی نہیں فرمائی۔ صلح حدیبیہ میں ایک شرط تھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہوکر مدینہ جائے گا وہ مکہ والوں کے مطالبہ پر واپس کردیا جائے گا چنانچہ ایک صاحب ابوجندل مکہ سے بھاگ کر آئے اور فریاد کی۔ سب مسلمان یہ دیکھ کر تڑپ اٹھے لیکن آپ نے صاف فرمادیا اے ابوجندل صبر کرو میں بدعہدی نہیں کروں گا۔ اللہ تمہارے لئے نیا راستہ نکالے گا۔

''قضایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' کتب بین حضرات کے لئے ایک دلچسپ مضمون ہے لہٰذا ہم وعدوعہد سے متعلق ایک فیصلہ عرض کرتے ہیں دربار فاروقی میں ایک ایسے مجرم کو پیش کیا گیا جس کی سزا گردن مارنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتی تھی۔ مجرم بڑی ہوشیاری اور چال بازی سے ایک منصوبہ بنایا۔ اس نے پینے کے لیے پانی طلب کیا۔ پریشان آدمی کو پانی دینے سے کون اعراض کرے گا؟ پانی حاضر کیا گیا اور مجرم کے ہاتھ پیالہ تھما دیا گیا مگر مجرم پانی نہیں پی رہا ہے۔ حضرت عمر نے کہا۔

پانی پی لیجئے۔

نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں پانی پیتا رہوں اور آپ میری گردن ماردیں''

''نہیں ایسا نہیں گا'' حضرت عمر نے کہا، آپ پانی پی لیجئے۔

''آپ وعدہ کیجئے کہ جب تک میں یہ پانی نہیں پی لوں مجھے سزا نہیں دی جائے گی۔ مجرم بولا۔

''ہمیں تمہاری بات منظور ہے۔ حضرت عمر نے بات دے دی۔

چونکہ گفتگو ایک منصوبہ کے تحت چھیڑی گئی تھی۔ مجرم نے پانی زمین پر بہا دیا سارا دربار ششدر رہ گیا۔ حضرت عمر کو بڑا غصہ آیا۔ مگر کرتے کیا؟ حضرت عمر پر مزید ذمہ داری آگئی کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کریں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

یہ رہے چند لمحات ایفائے عہد کے سایہ میں ارے صاحب! اور کیا کہنا؟

وعدہ کرتے ہیں تو اس کو نبا ہنا چاہیے۔ اگر ہم نباہ نہیں سکتے تو وعدہ کیوں کریں؟ کیونکہ ہمیں معلوم ہے، اگر معلوم نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ وعدہ خلافی کرنا منافق کی علامت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:آیة المنافق ثلاث اذا وعد، اخلف واذا خاصم، فجرواذا اوتمن خان او کما قال علیه الصلاة والسلام منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوج کرتا ہے۔ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو امانت میں خیانت کرتا ہے۔بعض دوسری روایات میں اذا حدث کذب اور اذا عاہد غدر جیسے الفاظ موجود ہیں۔یعنی بولتا ہے تو جھوٹ، اور عہد کرتا ہے، تو بدعہدی، اس کا نتیجہ، نیز آپ نے فرمایا ان میں سے اگر ایک عادت پائی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ کہ اس میں نفاق کی ایک نشانی ہے۔

وعدہ خلافی کرنا شیطان کی علامت بھی ہے جیسا کہ مذکورہ آیات میں سے شیطان کی تقریر کا اقتباس پڑھا ہے۔یعنی ووعدنکم فاخلفتکم (میں نے تم کو وعدہ کیا اور وعدہ خلافی کی) اور یہ بھی جان گئے کہ وعدہ پورا کرنا کارفضیلت ہے۔ شریعت اسلامی میں اس کو مستحسن ٹھہرایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں تمثیلا اس بات کو ثابت کردیا قرآن شریف میں ایفائے عہد کو اہل تقویٰ اور اہل ایمان کی علامت ونشانی بتایا گیا ہے۔

عہد کے بارے میں سوال وجواب کی بات اٹھا کر (سورہ اسرائیل) یہ دھمکی دی گئی ہے کہ بے وفائی اور بدعہدی کرنے والوں کو پوچھ تاچھ کرکے ہم گرفتار کریں کے مشکلات ومصائب کا شکار کریں گے (جیسا کہ انہوں نے دوسروں کو اپنے جھوٹے وعدوں اور منافقانہ عہدوں سے تکلیف دی) قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً (المائدہ:۱۳) ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کردیا۔ (نتیجہ وہ حقیقت سے غافل ہوگئے) نیز فرمایا: اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ (طہ:۸۶) کیا تم نے سوچا کہ اللہ کا غضب تم پر اترے کہ تم نے عہد شکنی کی؟

تو معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ مذکورہ نسخہ وعدہ خلافی کرنے والوں کے حق میں تھا، اگرچہ کہ وہ بیماری نبی اسرائیل ہی میں رہی ہوا گر یہ وبا کسی دوسری قوم میں عام ہوتی ہے تو وہی پرانا نسخہ عمل میں آئے گا اور اس کا علاج وہی بن سکتا ہے۔

ناظرین محترم! اب مجھے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں رہی کہ اس سلسلہ میں اللہ سے ڈریئے گا۔

ہاں! اللہ تعالیٰ ہم کو نیک توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر وناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر یا ناظم کا، ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن "جریدہ ترجمان" نیز ماہنامہ اصلاح سماج (ہندی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان واصلاح سماج کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

معروف عالم دین استاذ الاساتذہ مولانا عبدالسلام مدنیؔ کے سانحۂ ارتحال پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران کا تعزیتی پیغام

دہلی، ۱۶؍جولائی ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنی ایک پریس ریلیز میں معروف عالم دین، مشہور عالمی تعلیمی ادارہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے سابق شیخ الحدیث، استاذ الاساتذہ مولانا عبدالسلام مدنی کے سانحۂ ارتحال پر اپنے شدید رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت، جماعت اور علمی دنیا کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے۔ مولانا کافی عرصہ سے علیل تھے اور نوئیڈا کے ہسپتال میں زیر علاج تھے، بالآخر آج تقریباً پانچ بجے شام بعمر ۷۴ سال اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

امیر محترم نے کہا کہ استاذ گرامی مولانا عبدالسلام مدنی ۷؍فروری ۱۹۴۴ء کو موجودہ ضلع سدھارتھ نگر کی مردم خیز بستی ٹکریا میں پیدا ہوئے۔ اور اپنی بستی کے ادارے جامعہ مفتاح العلوم میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ سراج العلوم بونڈیہار تشریف لے گئے اور وہاں ثانویہ تک کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد بنارس کے لیے رخت سفر باندھا۔ ۱۹۶۰ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس میں داخلہ لیا اور وہاں فضیلت اول تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۶ء میں دوران تعلیم ہی جامعہ سلفیہ بنارس کی ترشیح پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی اور وہاں سے ۱۹۷۰ء میں لیسانس (بی اے) کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کے اجلّہ اساتذہ میں علامہ نذیر احمد املوی رحمانی، علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، شیخ محمد اقبال رحمانی، شیخ عابد حسن رحمانی، شیخ عبدالمحسن العباد، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی، شیخ محمد احمد شنقیطی، شیخ ممدوح فخری شامی قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح مولانا کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے۔ جو اپنی اپنی جگہ دینی تعلیمی، تنظیمی اور دعوتی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں اور ان کے لیے یقیناً صدقہ جاریہ ہوں گے۔ ان شاءاللہ

حصول تعلیم کے بعد سب سے پہلے ام الجامعات، جامعہ سلفیہ بنارس سے تدریس کا آغاز کرنے کا موقع میسر آیا اور ۳۲ سال تک حدیث، علوم حدیث، عقیدہ، فقہ اور عربی ادب کی کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی مزید برآں وہ ایک عرصہ تک جامعہ میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر بھی فائز رہے۔ آپ نے تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ جامعہ کے مجلّہ محدث میں آپ مسلسل درس حدیث تحریر فرماتے تھے۔ دعوت کے میدان میں بھی آپ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ بڑے بڑے دعوتی پروگراموں میں آپ کو بڑے اہتمام سے بلایا جاتا تھا اور لوگ آپ کی تقاریر کو بہت پسند کرتے تھے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ مولانا عبدالسلام مدنی صاحب ایک تجربہ کار مدرس، شعلہ بیاں خطیب اور حق گو وبے باک داعی تھے۔ ان کا تربیت کا انداز بھی اچھوتا تھا۔ حدیث وفقہ نیز دینی مسائل پر بھی گہری نظر تھی۔ ان کی وفات نہ صرف ان کے اہل خانہ بلکہ پوری جماعت وملت کا زبردست خسارہ ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔ قابل ذکر ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مولانا کی ہمہ جہت علمی ودعوتی خدمات کے اعتراف میں ان کو تیسویں آل انڈیا اہل حدیث تاریخی کانفرنس بمقام دہلی کے موقعہ پر ایوارڈ سے نوازا تھا۔

پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ لڑکے ڈاکٹر عبدالحق، ڈاکٹر عبدالنور، ڈاکٹر عبدالباسط، عبدالظاہر، عبدالواسع اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ سبھی بچے بچیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ تدفین کل تین بجے سہ پہر آبائی بستی ٹکریا میں عمل میں آئیگی۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، نائب امیر ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی، حافظ عبدالقیوم، ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، نائب ناظم مولانا ریاض احمد سلفی ودیگر ذمہ داران واراکین عاملہ وشوریٰ وکارکنان نے بھی مولانا کے پسماندگان سے قلبی تعزیت کی ہے اور دعا گو ہیں کہ بار الٰہ ان کی لغزشوں سے درگذر فرما، حسنات کو شرف قبولیت بخش اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ اس وقت بڑے بڑے علماء جو یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جارہے ہیں، تو ان کا نعم البدل عطا فرما۔ آمین یارب العلمین

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-

ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا، جھارکھنڈ کے اعلیٰ ذمہ داران کا دعوتی دورہ: آج مورخہ ۱۳/جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ کو ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا کا ایک وفد جمعیت کے اعلیٰ عہدیداران کی معیت میں کوسبلہ گاؤں پہنچا چونکہ وہاں کی مقامی جمعیت کے ذمہ داران کو اس وفد کے تعلق سے قبل از وقت اطلاع دیدی گئی تھی لہذا مقامی جمعیت کے ذمہ داران نے مذکورہ دعوتی وفد کا نہایت ہی والہانہ اور پرتپاک استقبال کیا چونکہ آج جمعہ کا دن تھا اور اس وفد کا ورود جمعہ سے بیس پچیس منٹ قبل ہی ہوگیا تھا۔ لہذا اس دعوتی وفد کے افراد کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور یہ طے ہوا کہ قدیم جامع مسجد کوسبلہ میں شیخ شمشیر عالم فیضی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا خطبہ دیں گے اور نئی جامع مسجد کوسبلہ میں شیخ ممتاز احمد العارفی سرپرست ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا کا خطبہ ہوگا اور چونکہ شیخ معین الحق فیضی ناظم اعلیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا کو پہنچنے میں تاخیر ہورہی تھی جس کی اطلاع شیخ محترم نے قبل از وقت دیدی تھی۔ لہذا طے یہ ہوا کہ بعد نماز جمعہ شیخ محترم اور دیگر علماء کرام جو اس وفد میں شامل تھے ان کے بیانات ہوں گے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق مولانا شمشیر عالم فیضی نے اتباع سنت کے موضوع پر مدلل خطاب سے سامعین و حاضرین جمعہ کو محظوظ و مستفید و لولہ انگیز خطاب فرمایا۔ بعد ازاں ترتیب شدہ پروگرام کے مطابق دونوں مسجدوں میں مختصر دعوتی پروگرام منعقد کئے گئے، قدیم جامع مسجد میں شیخ جمال الدین اصلاحی حفظہ اللہ کا بیان۔ ''اصلاح معاشرہ'' کے عنوان پر ہوا جسے حاضرین مسجد نے بغور سنا اخیر میں امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا نے مذکورہ جمعیت کے مقاصد و عزائم اور اہداف پر بالا یجاز روشنی ڈالی۔ جمعیت کے اس دعوتی پروگرام سے قدیم جامع مسجد کے مصلیان کافی شاداں و فرحاں نظر آئے اور جمعیت کے لیے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ رب العالمین ان کے نیک ارادوں اور جذبوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ذمہ داران جمعیت کو ریاء و نمود سے بچتے ہوئے خلوصیت وللّٰہیت سے پر ہو کر کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ نئی جامع مسجد کوسبلہ میں بعد نماز جمعہ شیخ معین الحق فیضی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا کا نہایت ہی بصیرت افروز خطاب کتاب وسنت کی روشنی میں ہوا جسے سماعت فرما کر حاضرین مسجد نے اپنے قلوب و اذہان کو مجلی و مصفی فرمایا۔ ناظم صاحب نے افراد جماعت سے جمعیت کو مضبوط و مستحکم اور افراد جمعیت کو فعال و ایکٹیو بنانے کے لیے ہر طرح کے تعاون کی درخواست کی جسے سامعین و حاضرین نے بسر و چشم قبول کیا بعدہ ناظم صاحب کی دعاء کے ساتھ اختتام مجلس کا اعلان ہوا۔

ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا کا یہ دعوتی دورہ بحمد کامیاب اور حوصلہ افزا رہا۔ رب العالمین ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا کے ذمہ داران کی جانفشانی اور جہد مسلسل کو قبول فرمائے اور بے لوث خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین۔ (شمشیر عالم فیضی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث گڈا)

وفات حسرت آیات: میری پھوپھی انذرہ بی بی کا ان کے آبائی گاؤں منجھلاڈیہہ پاکوڑ جھارکھنڈ میں ۱۶/جولائی ۲۰۱۸ء کو تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ صوم وصلوۃ کی پابند باکردار خاتون اور علماء کی قدرداں تھیں۔ ان کے پسماندگان میں چھ لڑکے دو لڑکی اور پوتے پوتیاں ہیں۔ جنازہ کی نماز مرحومہ کے صاحبزادے مولانا نسیم اختر سلفی نے پڑھائی۔ (شریک غم: مولانا ضیاء الحق فیضی)

ضلعی جمعیت اہل حدیث کچھ کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ: بڑے افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ضلع کچھ (گجرات) کی معروف شخصیت جناب ابراہیم بن بجھو (ورنورا) گزشتہ ماہ ۲۹/جون ۲۰۱۸ء بروز جمعہ شام کے ۶/بجے ۶۵ سال کی عمر پاکر وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ایک ہفتہ قبل آپ احمد آباد کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ بتدریج افاقہ بھی ہورہا تھا۔ دریں اثناء دل کا دورہ پڑنے سے وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات کی غمناک خبر سنتے ہی ضلعی جمعیت اہل حدیث کچھ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، حزن وملال کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اللہ پاک نے آپ کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا۔ آپ مخلص، ملنسار، قوم وسماج کے بے لوث خادم اور مصلح تھے۔ فریقین میں صلح کروانا یہ آپ کا پیارا مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ عوام وخواص میں یکساں مقبولیت رکھتے تھے۔

دوسرے دن صبح میں جب آپ کا جنازہ جامعہ محمدیہ سلفیہ ورنورا میں لایا گیا تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ امنڈ آئے، نماز جنازہ سے قبل مولانا احسان الٰہی سنابلی اور ان کے بعد مولانا اسلم مدنی (سورتی) نے ناصحانہ انداز میں جم غفیر سے خطاب کیا۔ اور ساتھ ہی آپ کی وفات پر بڑے دکھ و درد کا اظہار کیا۔ مولانا شعیب جوناگڈھی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد مقامی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ موصوف کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جمعیت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (شریک غم: امیر مقامی جمعیت شاہد جامعی، ناظم مقامی جمعیت عبدالستار محمدی، ودیگر ذمہ داران مقامی جمعیت اہل حدیث کچھ)

(مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جملہ ذمہ داران و کارکنان نے مذکورہ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے)

☆☆☆